ابنِ صفی

جلد نمبر
14

جاسوسی دنیا

42- نیلی لکیر

43- تاریک سائے

44- سازش کا جال

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 14

42	نیلی لکیر
43	تاریک سائے
44	سازش کا جال

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر .... خالد سلطان
پرنٹر .... ہاشم انٹرپرائزز

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 42

نیلی لکیر

(مکمل ناول)

پیشرس

زیرِ نظر شمارہ جاسوسی دنیا کا بیالیسواں شمارہ ''یہ کرنل فریدی'' کے بہترین کارناموں میں سے ہے، اور اس کا دوسرا حصہ ''خونی بگولے'' گنا جاسکتا ہے اور اسی تسلسل میں ''زمین کے بادل'' بھی شمار ہو سکتا ہے۔ مگر ان تینوں ناولوں کا اکٹھا پڑھا جانا بھی نہایت ضروری ہے۔ سنگ ہی ایک خطرناک ذہین مجرم ہے۔ عمران سیریز کے ''لاشوں کا بازار''، ''جونک کی واپسی''، ''زہریلی تصویر'' اور بیباکوں کی تلاش'' میں بھی اسی مجرم کے کارناموں کا تذکرہ ہیں۔

آپ ان تمام کتب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنی رائے سے مشکور فرمائیں۔

پبلشر

5

دو لاشیں

کیپٹن لوتھر کی کوٹھی کے پھاٹک پر کھڑے ہوئے سنتری نے گولی چلادی اور سناٹے میں ایک انسانی چیخ لہرا کر تاریکی میں ڈوبتی چلی گئی۔ خونخوار پٹھان سنتری نے اپنی زبان میں فتح کا نعرہ لگایا۔

پھاٹک کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ کھلا اور کیپٹن لوتھر باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھ دو مسلح نوجوان تھے۔

"خو صاحب۔" پٹھان رائفل کے کندے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "دشمن جہنم رسید۔"

سناٹے کا طلسم ٹوٹ چکا تھا اور اب قرب وجوار کی عمارتوں کی کھڑکیاں کھلنے لگی تھیں، پھر ذرا سی ہی دیر میں اچھا خاصا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ لوتھر نے اپنے سنتری کو پھاٹک کے اندر دھکیل دیا۔

"اندر جاؤ۔" اُس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اُس کے ساتھ کے مسلح آدمیوں نے اپنے ریوالور اچھی طرح چھپا لئے اور پھر وہ آگے بڑھے۔ مجمع میں کئی ٹارچیں روشن نظر آ رہی تھیں۔

شور بڑھنے لگا.... اور جب کیپٹن لوتھر نے زمین پر پڑے ہوئے آدمی کا چہرہ دیکھا تو خود اُس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ اس کے پیر کانپنے لگے۔ اتنے میں مجمع سے کسی نے بلند آواز میں کہا۔ "میں نے رائفل کی آواز صاف سنی تھی۔"

"مگر کہیں بھی زخم کا نشان نہیں ہے، خون کی ایک بوند بھی کہیں نظر نہیں آئی۔" کسی دوسرے نے کہا۔

"واہ یہ کیسے ممکن ہے۔" تیسرا بولا۔ "میں نے بھی گولی چلنے کی آواز سنی تھی۔"

لو تھر بے اختیار لاش پر جھک پڑا۔ لوگ ادھر اُدھر ہٹ گئے کیونکہ اس کا شمار بستی کے معزز ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔

یہ حقیقت تھی کہ مرنے والے کے جسم پر گولی کا نشان نہیں تھا۔

لو تھر کے دونوں ساتھی بت بنے کھڑے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کے سپید چہروں پر اب کبھی زندگی جھلکیاں نہ مارے گی۔ خود لو تھر کی سانس بُری طرح پھول رہی تھی۔ وہ لاش کے پاس سے ہٹ گیا اور اُس نے بھی دبی زبان سے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ رائفل کی آواز اُس نے بھی سنی تھی۔ وہ کچھ دیر تک خاموش کھڑا رہا پھر اُس نے کئی لوگوں کو بتایا کہ وہ مرنے والے سے بخوبی واقف ہے۔ وہ اُس کے لئے کوئی اجنبی نہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ اسی سے ملنے کے لئے آ رہا ہو۔

"لیکن آخر یہ مرا کیسے؟" کسی نے پوچھا۔

"مجھے خود حیرت ہے۔" لو تھر بڑبڑایا۔ "یہ میرے ساتھیوں میں سے تھا۔" پھر وہ مضطربانہ انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "اوہ.... فون کرو جلدی پولیس کو۔"

وہ دونوں پھاٹک کی طرف دوڑے۔ پٹھان پھاٹک سے لگا ہوا کھڑا تھا۔ دھکا لگتے ہی وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا اور اُس نے اٹھتے اٹھتے انہیں ایک بڑی سی گالی دی۔

"چلو.... آؤ اندر چلو۔" وہ اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولے۔ پٹھان غراتا ہوا اُن کے ساتھ چلنے لگا۔

"اُسے گولی نہیں لگی۔" ایک نے پٹھان سے کہا۔ وہ تینوں ایک کمرے میں پہنچ چکے تھے۔

"خو ہم کیا کرے بابا۔" پٹھان جھلا کر بولا۔ "اندھیرا تھا.... نہ ہم بتی ہے نہ ہم چشمہ۔"

"لیکن وہ پھر بھی مر گیا۔"

"اللہ بڑا کارساز ہے۔" پٹھان نے خوش ہو کر کہا۔

"مگر وہ ہمارا دشمن نہیں دوست تھا۔"

"خو تبھی گولی نہیں لگا.... اللہ بڑا کارساز ہے۔"

"لیکن وہ مرا کیسے۔"

"اللہ کا مرضی۔"

"جاؤ.... تم فون کرو پولیس کو۔" پٹھان سے گفتگو کرنے والے نے اپنے ساتھی سے کہا۔
اُس کے جانے کے بعد اُس نے پھر پٹھان سے پوچھا۔ "کیا وہ سیدھا اُدھر ہی آرہا تھا۔"
"نہیں چور کا مافک چھپتا تھا۔" پٹھان نے جواب دیا۔
"تم نے گولی چلادی۔"
"او بابا.... ہاں ہاں.... پھر کیا کرتا.... اس کو نسوار کا ڈبیہ دیتا۔"
"تم اپنی رائفل کی نال صاف کر کے اُس میں تیل ڈال دو۔ سمجھے! جاؤ.... اور پیٹی میں ایک کارتوس اور لگالو۔ کوئی خانہ خالی نہ رہے۔ جاؤ جلدی کرو اور اب تم سو جانا۔"

پٹھان اُس کمرے میں داخل ہوا جہاں شکار کا سامان رہتا تھا۔ یہاں دیواروں پر کئی چھوٹی بڑی رائفلیں نظر آرہی تھیں۔ اسلحہ جات میں کچھ قدیم نمونے بھی تھے جنہیں بڑے سلیقے سے مناسب مقامات پر رکھا گیا تھا۔

کیپٹن لوتھر معززین شہر میں سے تھا۔ اس نے گذشتہ جنگ عظیم میں گرانمایہ فوجی خدمات انجام دی تھیں اور اب ریٹائرمنٹ کی زندگی گذار رہا تھا۔ یہی نہیں وہ ایک مشہور شکاری اور پختہ کار کوہ پیما بھی تھا۔ نسلاً اینگلو انڈین تھا۔ رہن سہن کافی متمول لوگوں جیسا رکھتا تھا۔

پٹھان نے رائفل کی نال کھولی۔ اُسے ایک لمبے برش سے صاف کرتا رہا، تیل دے کر اُس رائفل کو بھی دیوار سے لٹکا دیا۔

پھر وہ بڑی پھرتی سے کمرے سے نکل کر پائیں باغ میں پھیلی ہوئی تاریکی میں گم ہو گیا۔ اگر عمارت سے کوئی آنکھیں بھی پھاڑتا تو اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

کمپاؤنڈ میں عمارت کا بایاں بازو ایک ایسی جگہ تھی جہاں کوئی نہیں جاتا تھا ادھر دو کمرے تھے اور دونوں کی چھتیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ عمارت قدیم تھی اور اس کے مکین اتنے لاپرواہ تھے کہ رہائشی حصوں کے علاوہ انہیں دوسری طرف نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ خاص طور سے بائیں بازو کے یہ دونوں کمرے تو سالہا سال سے اُسی اجاڑ حالت میں پڑے ہوئے تھے۔

پٹھان کمروں کے نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ بڑی بڑی قد آدم جھاڑیاں اُن کے بیرونی دروازوں پر جھک آئی تھیں۔ پٹھان نے ایک ٹارچ نکالی جو اس نے اپنی گھیر دار شلوار میں اُڑس رکھی تھی۔ بڑی احتیاط سے جھاڑیاں ہٹاتا ہوا وہ دروازوں کی طرف بڑھا۔ دروازوں کی اوپری سطح

دیمکوں کی کھائی ہوئی تھی اور وہ اندر سے بند معلوم ہوتے تھے۔ پٹھان نے بڑی سرعت سے ایک دروازے کا ایک پاٹ نکال لیا ایسا معلوم ہوا جیسے وہ پہلے ہی سے چوکھٹوں سے الگ رہا ہو۔

دوسرے لمحے وہ اندر تھا۔

کمرے کے وسط میں گری ہوئی چھت کے ملبے کا ڈھیر تھا۔ پٹھان نے ٹارچ روشن کر کے چاروں طرف گھمائی اور پھر لکڑی کے ایک بڑے اور پرانے صندوق کی طرف بڑھا، جو دیوار سے لگا رکھا تھا۔ صندوق پرانا ضرور تھا لیکن یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ بھی وہاں اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ ملبے کا ڈھیر۔

پٹھان نے صندوق کا ڈھکن اٹھایا اور دوسرے ہی لمحے اُس کے منہ سے ہلکی سی تحیر زدہ آواز نکلی.... کسی آدمی کا مردہ جسم توڑ مروڑ کر صندوق میں ٹھونس دیا گیا تھا۔

پٹھان چند لمحے سامت و ساکت کھڑا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "میرا سامان کیا ہوا۔"

اس کی یہ بڑبڑاہٹ اردو کے کابلی لہجے میں نہیں تھی۔

اس نے پھر لاش پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ مرنے والے کا چہرہ سامنے ہی تھا۔ وہ کوئی غیر ملکی معلوم ہوتا تھا۔ جلد کی رنگت بھوری تھی اور بال سرخی مائل تھے۔ لباس انگریزوضع کا تھا لیکن گلے میں ٹائی نہیں تھی۔

پٹھان نے ٹارچ بجھا دی۔ اُس کے چہرے پر صرف حیرت تھی۔ سراسیمگی کے آثار قطعی نہ تھے۔ اُس نے ٹارچ کو ملبے کے ڈھیر پر اس طرح رکھ دیا کہ اُس کا رخ صندوق کی طرف رہے۔ پھر اُسے روشن کر کے وہ صندوق کی طرف پلٹ آیا۔

پھر اُس نے لاش صندوق سے نکال کر فرش پر ڈال دی۔ گولی ٹھیک ریڑھ کی ہڈی پر لگی تھی۔ پچھلا حصہ خون سے تر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ تھوڑی ہی دیر پہلے کی بات ہو جسم کے بعض حصوں میں ابھی تک تھوڑی گرمی تھی۔

پٹھان نے بڑی تیزی سے اُس کی جیبوں کی تلاشی لی اور پھر جو کچھ بھی برآمد ہوا اُسے اپنی لمبی قمیض کے مختلف جیبوں میں ٹھونستا گیا۔

پانچ ہی منٹ کے بعد اُس نے لاش کو دوبارہ صندوق میں رکھ کر ڈھکنا اُسی طرح بند کر دیا پھر ٹارچ بجھا کر پلٹنے ہی والا تھا کہ باہر سے کسی نے دروازہ ہٹایا۔ پٹھان بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ کر

ملبے کے ڈھیر کے پیچھے رینگ گیا۔

باہر سڑک پر بدستور بھیڑ تھی۔ لوگوں کو پولیس کی آمد کا انتظار تھا۔ ان میں کیپٹن لوتھر بھی تھا۔

پولیس آگئی اور جس وقت کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش نے لاش کو دیکھا اُس کے منہ سے جھلاہٹ میں ایک موٹی سی گالی نکلی۔ پھر اچانک اس کی نظر کیپٹن پر پڑی۔

"کیا یہ بھی آپ ہی کا آدمی ہے۔" اُس نے لوتھر کو گھور کر کہا۔

"بدقسمتی سے۔"

"اور آپ کوئی ڈھنگ کا بیان نہیں دینا چاہتے۔"

"ڈھنگ کے بیان سے آپ کی کیا مراد ہے۔" لوتھر نے تیز ہو کر پوچھا۔

"اس سے قبل بھی دو ایسی ہی لاشیں ہمیں مل چکی ہیں اور وہ دونوں بھی ایسی ہی تھیں جنہیں آپ پہچانتے تھے.... اور اب یہ تیسری.... اور وہی نیلی لکیر۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ ضروری نہیں کہ میں اس سلسلے میں کوئی خاص بات جانتا ہوں اور اگر آپ کو میرا بیان لینا ہو تو کوٹھی میں تشریف لائیے گا۔"

پھر لوتھر اچانک مڑا اور پر غرور انداز میں چلتا ہوا اپنی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔

"اچھا بیٹا سمجھوں گا تم سے۔" جگدیش بڑبڑا کر رہ گیا۔ پھر اس نے مجمع سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "سب سے پہلے لاش کس نے دیکھی تھی۔"

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جگدیش نے پھر اپنا سوال دہرایا لیکن وہی خاموشی۔

اُس کا پارہ چڑھ گیا۔ ابھی لوتھر کے توہین آمیز رویئے کی مذمت اور جھلاہٹ ہی باقی تھی۔ اس پر مجمع کا سکوت۔ آخر اس نے گرج کر کہا۔ "بہت اچھا.... نہیں بولتے تو جس پر شبہ ہو گا بند کر دوں گا۔"

ایک آدمی آگے بڑھا۔

"دیکھئے۔" اُس نے نرم آواز میں کہا۔ "یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ سب سے پہلے یہاں کون پہنچا۔ بھیڑ اس لئے ہو گئی کہ ہم نے پہلے تو ریفل کی آواز سنی اور پھر ایک چیخ۔"

"رائفل کی آواز۔" جگدیش نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں.... رائفل کی آواز.... اور پھر چیخ.... لیکن اس کے جسم پر کہیں بھی گولی نہیں لگی ہے۔"

"نہیں اسے گولی نہیں لگی۔" جگدیش لاش پر جھکتا ہوا بولا۔ "نیلی لکیر.... اس کے داہنے گال پر بھی ویسی ہی نیلی لکیر موجود ہے جیسی پچھلی دو لاشوں میں پائی گئی تھیں۔" پھر وہ سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "کیا لوتھر یہاں تنہا تھا۔"

"نہیں وہ بعد میں آیا تھا۔" ایک آدمی نے کہا۔

"آپ لوگوں کے آنے کے بعد۔"

"جی ہاں! ہم کئی تھے۔"

جگدیش کچھ سوچنے لگا۔ اس کی نظریں لوتھر کی کوٹھی پر جمی تھیں۔

❀

پٹھان نے سانس روک لی تھی اور ملبے کے ڈھیر میں دبکا ہوا دروازہ ہٹانے والے کا منتظر رہا لیکن اُسے آہٹ تک نہ ملی۔ اُس نے ذرا سا سر اُبھار کر دیکھا۔ دروازہ اپنی جگہ سے ہٹا ہوا تھا لیکن اُسے کمرے میں کسی دوسرے متنفس کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا۔

پٹھان آہستہ آہستہ سیدھا کھڑا ہونے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ ایک ٹھنڈی سی ٹھوس چیز اُس کی گردن سے آلگی اور ساتھ ہی کسی نے سانپ کی سی پھپھکار میں کہا۔

"خبردار.... اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

پٹھان جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" اس بار سختی سے کہا گیا۔

"آہا....!" پٹھان نے خوش ہو کر کہا۔ "ماسٹر سنگ ہی! تم ہے بابا.... ہم سمجھا دشمن۔"

"کون....!" حملہ آور نے کرخت آواز میں کہا۔ "سنتری۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔"

"او.... ہا.... ہم ادھر دشمن دیکھا تھا۔"

"کہاں....؟"

"ابھی.... ادھر.... گھسا.... ہم آیا تو غائب۔"

حملہ آور نے ٹارچ روشن کرلی۔ پہلے اُس نے پٹھان کے چہرے پر ٹٹولنے والی نظر ڈالی اور پھر ادھر اُدھر ٹارچ گھمانے لگا۔

یہ کیپٹن لوتھر کا میر شکاری سنگ ہی تھا۔ دبلا پتلا اور پلپلے جسم کا آدمی۔ نسلاً دوغلے قسم کا چینی تھا۔ اس کا باپ چینی تھا اور ماں منگول اور اکثر سنگ ہی بڑے فخریہ انداز میں کہا کرتا تھا کہ اس کے باپ نے اس کی ماں سے اس کی پیدائش کے بعد بھی شادی نہیں کی تھی وہ خود کو اس انداز میں "حرامی" کہتا تھا جیسے وہ کسی شہنشاہ کا عطا کردہ کوئی بہت بڑا اعزاز ہو۔ کیپٹن لوتھر کے سارے آدمی اس سے بُری طرح خائف رہتے تھے، بظاہر اُس کا دبلا پتلا اور پلپلا جسم بالکل بے جان نظر آتا تھا لیکن اس کی شیطانی گرفت سے کچھ وہی لوگ واقف تھے جنہیں اس سے کم از کم ایک بار ہی لپٹ پڑنے کا موقع ملا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ سنگ ہی ایک ہڈیوں دار جونک ہے۔

سنگ ہی نے ایک بار پھر پٹھان کے چہرے پر روشنی ڈالی اور پٹھان نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"او.... کیا کرتا ہے ماسٹر.... آنکھ پھوڑے گا۔"

"باہر چلو....!" سنگ ہی پھر سانپ کی طرح پھپھکارا۔

پٹھان چپ چاپ باہر نکل گیا۔ سنگ ہی اس کے پیچھے تھا۔ باہر نکل کر پٹھان کھڑا ہو گیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" سنگ ہی کوٹھی کے رہائشی حصے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے جہاں لوتھر بڑی بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ صوفے پر اس کے دونوں ساتھی بیٹھے ہوئے تھے جنہیں لے کر وہ باہر گیا تھا۔

سنگ ہی نے چینی زبان میں کچھ کہا اور کیپٹن لوتھر چونک کر پٹھان کو گھورنے لگا۔

"تم وہاں کیا کر رہے تھے.... خان!" اس نے پوچھا۔

"خوصاحب! ادھر ایک آدمی گھسا۔ ہم بھی گھسا.... ہم سمجھا دوشمن۔" پٹھان نے رک کر قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "وہ ماسٹر ہی تھا۔"

"تم جھوٹے ہو۔" سنگ ہی گرج کر بولا۔

"ہم جھوٹا ہے۔" پٹھان نے تحیر آمیز جھلاہٹ کے ساتھ کہا اور پھر دانت پیس کر بولا۔ "خو تم.... دغا باز کا بچہ ہم کو جھوٹا کہتا ہے۔ ہم تمہارا بھی بوٹی قیمہ کرے گا۔"

پٹھان اُس کی طرف جھپٹا۔ لوتھر درمیان میں آ گیا۔

"صاحب! تم ہٹ جاؤ.... ہم دیکھے گا حرامی بچے کو۔"

"ٹھہرو! کیا بیہودگی.... سنگ ہی تم ادھر جاؤ۔"

پٹھان رک تو گیا.... لیکن وہ بڑی قہر آلود نظروں سے سنگ ہی کو گھور رہا تھا۔

"تم نے وہاں اور کیا دیکھا۔" لوتھر نے پٹھان سے پوچھا۔

"خو صاحب! کچھ بھی نہیں۔ ہم اس کا بول پہچانتا تھا۔ نہیں تو گردن توڑ دیتا۔"

"اچھا میں تمہیں دیکھوں گا۔" سنگ ہی اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"ہم تمہارا باپ تک کو دیکھے گا.... حرامی بچے۔"

"ختم کرو۔" لوتھر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ آپس میں لڑنے کا موقع نہیں۔"

"ہم حکم کا بندہ ہے۔" پٹھان نے کہا۔ "ولے ہمارا مقدر خراب ہے ہم دوشمن کو گولی مارا.... دوست مر گیا۔"

"نہیں اُسے گولی نہیں لگی۔" لوتھر بولا۔ "اچھا اب تم جاؤ۔ لیکن دن کو یہاں کبھی نہ آنا۔"

عجیب نوکر

دوسری صبح انسپکٹر جگدیش فریدی کے ڈرائنگ روم میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ سب سے پہلے حمید سے ملاقات ہوئی۔

وہ اپنے پالتو بکرے کی زنجیر تھامے ہوئے اس شان سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا جیسے وہ بکرا نہیں بلکہ کوئی خوف ناک قسم کا کتا ہو۔ اُس کے گلے میں ٹائی لٹک رہی تھی اور سر پر فلٹ ہیٹ منڈھا ہوا تھا۔ بکرا بھی اب اس کا عادی ہو گیا تھا، جیسے وہ اسی کے جسم کا ایک حصہ ہو۔

"آپ انسپکٹر جگدیش ہیں۔" حمید نے بکرے کی طرف دیکھ کر اس انداز میں کہا جیسے جگدیش کا اُس سے تعارف کرا رہا ہو۔ "اور آپ میجر بغراخاں۔"

لفظ میجر شائد ایک اشارہ تھا جس پر بکرے نے اپنا ایک اگلا پیر اٹھا لیا۔

"تو اب حضور مداری ہو رہے ہیں۔" جگدیش مسکرا کر بولا۔ پھر دفعتاً سنجیدہ ہو گیا۔ "اب تمہارے تذکرے ادھر اُدھر بھی سنے جانے لگے ہیں۔ کیوں اپنی مٹی پلید کر رہے ہو۔"

"کیا تذکرے ہیں۔" حمید اپنی داہنی آنکھ دبا کر بولا۔

"یہی کہ کار میں بکرا لئے پھرتے ہیں۔"

"اوہ.... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ لوگوں کی زبان کہاں تک بند کرو گے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"اب یہی دیکھو جب کبھی تم فریدی صاحب کے ساتھ ہوتے ہو تو چاروں طرف انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں۔"

"تو پھر.... کیا مطلب۔"

"مطلب کیا.... لوگ کہتے ہیں کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر گدھا ساتھ لئے پھرتا ہے۔"

"تم خود گدھے ہو۔"

"میں گدھوں کی بات کا بُرا نہیں مانتا۔"

جگدیش الٹ کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی آ گیا۔

آتے ہی اس نے ایک ہاتھ سے حمید کی گردن دبوچی اور دوسرے ہاتھ سے بکرے کا پٹہ پکڑے ہوئے دونوں کو کمرے سے باہر دھکیل دیا۔ پھر ہاتھ جھاڑتا ہوا جگدیش کی طرف سے واپس آیا۔

"تم غالباً تیسری لاش کی کہانی سنانے آئے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں۔"

"اور وہ تیسرا بھی شائد لوتھر ہی کے ساتھیوں میں سے ہوگا۔"

"جی ہاں.... یہ بھی درست ہے۔"

"اور شاید نیلی لکیر بھی۔"

"ٹھیک ہے! اور یہ تیسری لاش لوتھر کی کوٹھی کے سامنے ہی ملی ہے۔"

"خوب! بہت اچھا۔" فریدی سر ہلا کر میز پر رکھے ہوئے گلدان کی طرف دیکھنے لگا۔

حمید دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن اس بار اُس کے ساتھ بکرا نہیں تھا۔ وہ چپ چاپ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"پڑوسیوں نے چیخ سے پہلے فائر کی آواز سنی تھی۔" جگدیش بولا۔

"حالانکہ ایسے موقعہ پر انہیں لتا منگیشکر کا ریکارڈ سننا چاہیے تھا۔" حمید نے ٹکڑا لگایا۔

"لیکن وہ گولی سے نہیں مرا.... کیوں؟" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"لوتھر نے اس بار کیا بیان دیا۔"

"وہی مرغی کی ایک ٹانگ۔"

"آہا تو کیا ٹانگ والا مرغا اُسی کے پاس ہے۔" حمید چہک کر بولا۔

"خاموش رہو۔" فریدی اُسے گھورنے لگا۔

چند لمحے بعد جگدیش بولا۔ "وہ اپنے پچھلے ہی بیانات پر قائم ہے۔"

"اچھا ان دونوں مرنے والوں سے اس کے کس قسم کے تعلقات تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"وہ دونوں ہی اُس مہم میں شریک تھے، جو لوتھر کی قیادت میں کوہ پیمائی کے لئے جنوبی امریکہ گئے تھے۔"

"اور یہ تیسرا۔"

"یہ تیسرا بھی غالباً اسی قسم کے لوگوں میں سے تھا۔"

"تمہیں یقین ہے۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ لوتھر نے اس کے متعلق اتنا ہی بتایا ہے کہ وہ بھی اس کے شناساؤں میں سے تھا۔"

"لوتھر کے پڑوسیوں سے کوئی خاص بات معلوم ہو سکی۔" فریدی نے پوچھا۔

"خاص بات تو کوئی نہیں مگر.... ہاں ٹھہریئے۔ ایک بات ہے ممکن ہے کہ وہ کام ہی کی ہو۔ پڑوسیوں نے بتایا کہ کئی دن سے لوتھر کی کوٹھی کے پھاٹک پر مسلح پہرا رہتا ہے۔ اُس نے ابھی حال ہی میں ایک پٹھان چوکیدار رکھا ہے۔"

"کیا وہ کل رات موجود تھا۔"

"جی نہیں مجھے تو نہیں دکھائی دیا۔"

"بات یہ ہے جگدیش صاحب۔" فریدی انگڑائی لے کر بولا۔ "کیس دلچسپ ضرور ہے لیکن میں آج کل بہت مشغول ہوں۔"

"کیا آپ میری راہنمائی نہ کر سکیں گے۔"

”ہاں یہ ممکن ہے۔“

”تو پھر بتائیے، میں کیا کروں۔“

”صبر کرو۔“ حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”سونا گھاٹ جاتے ہو۔“

”جی ہاں۔“

”وہاں ملاحوں سے پوچھ گچھ کرو کہ کیا اس دوران میں انہوں نے کچھ غیر ملکی اتارے ہیں۔“

جگدیش حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے کہا۔

”بھلا سونا گھاٹ.... مگر وہاں کے ملاح مجھے بتانے ہی کیوں لگے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ناجائز بر آمد کا مال اتارا جاتا ہے۔ اکثر اُدھر ہی سے بغیر پاسپورٹ اجنبی آدمی بھی ملک میں داخل ہو جاتے ہیں۔ بھلا ملاح ایک پولیس والے کو کب حقیقت کا پتہ لگنے دیں گے، لیکن اس معاملے کا سونا گھاٹ سے کیا تعلق۔“

”تعلق....!“ فریدی نے آہستہ سے دہرایا اور پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔

❁

کیپٹن لوتھر آہنی الماری پر جھکا ہوا اُس کا حروف کے امتزاج سے بند ہونے والا قفل بند کر رہا تھا کہ دفعتاً اس نے اپنے پیچھے کسی کی آہٹ سنی۔ وہ چونک کر مڑا۔ دروازے میں سنگ ہی کھڑا تھا اور اُس کے پتلے پتلے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

”تم بغیر اجازت یہاں کیوں آئے۔“ کیپٹن لوتھر غرایا۔

”اوہ.... کیا یہ پابندی سنگ ہی کے لئے بھی ہے۔“ اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

”سب کے لئے۔“

”اوہ....!“

لیکن اس کے باوجود بھی سنگ ہی وہیں کھڑا رہا اور اس کی زہر میں ڈوبی ہوئی توہین آمیز مسکراہٹ بھی بدستور قائم رہی۔

لوتھر پھر الماری کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر مڑ کر دیکھا اور سنگ ہی کو وہیں موجود پا کر بُری طرح جھلا گیا۔

"کیا تم نے سنا نہیں۔" وہ چیخ کر بولا۔

"اوہ.... شائد آپ کی طبیعت کچھ خراب ہے۔" سنگ ہی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "کیا آپ کے لئے میں تھوڑی سی برانڈی لاؤں۔"

"چلے جاؤ۔" لوتھرا تنے زور سے چیخا کہ اس کی آواز پھٹ گئی۔

"میں چلا تو جاؤں، لیکن پھر سوچتا ہوں کہ اگر اُس نیلی لکیر نے آپ کے گال پر بھی سفر شروع کر دیا تو کیا ہو گا۔"

لوتھر نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر رک گیا۔ وہ تالا بند کر چکا تھا۔ چند لمحے سنگ ہی کو گھورتا رہا پھر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ سنگ ہی ایک طرف ہٹ گیا اور لوتھر سیدھا نکلا چلا گیا۔ سنگ ہی نے مضحکہ آمیز انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی اور وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔

وہ دونوں آگے پیچھے اسٹڈی میں داخل ہوئے۔ لوتھر ایک صوفے پر بیٹھ کر کسی تھکے ہوئے گدھے کی طرح ہانپنے لگا لیکن وہ سنگ ہی کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"بوائے۔" سنگ ہی زور سے چیخا۔ "ایک گلاس ٹھنڈا پانی۔"

"کیا بیہودگی ہے۔" کیپٹن لوتھر نے جھلاہٹ میں فرش پر پیر مارا۔

"نہیں کیپٹن صاحب۔" سنگ ہی نے غمناک انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "ٹھنڈا پانی بیہودگی نہیں ہے۔ ٹھنڈا پانی اُس وقت بہت مفید ثابت ہوتا ہے جب عقل کھوپڑی کی حدود سے باہر نکلنے لگے اور میں کچھ اس وقت ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔"

لوتھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ نوکر پانی کا گلاس لے کر اسٹڈی میں داخل ہوا۔

سنگ ہی نے ٹرے سے گلاس اٹھا کر معنی خیز نظروں سے لوتھر کی طرف دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے گلاس اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔

لوتھر پیچ و تاب کھاتا رہا۔ جب نوکر خالی گلاس لے کر چلا گیا تو اس نے سنگ ہی سے کہا۔

"دیکھو سنگ ہی! میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"آپ خاکساری سے کام لے رہے ہیں۔" سنگ ہی نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم آخر چاہتے کیا ہو۔"

"فقط اتنی سی زمین کہ مرنے کے بعد دفن کیا جا سکوں۔"

"میں کہتا ہوں مجھے تنہا چھوڑ دو۔ جاؤ یہاں سے۔" لو تھر بے بسی سے ہاتھ ہلا کر بولا۔ اب اُس کے لہجے میں گرمی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

دفعتاً ایک نوکر پھر اسٹڈی میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹی سی ٹرے تھی اور ٹرے میں ایک ملاقاتی کارڈ پڑا ہوا تھا۔

لو تھر نے کارڈ اٹھا کر دیکھا اور اچانک اس کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سنگ ہی کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔ "کرنل فریدی۔"

"آنریری کرنل فریدی کہئے۔" سنگ ہی زہریلی ہنسی کے ساتھ بولا۔ پھر اُس نے نوکر سے کہا۔ "پہلے ایک لارج وہسکی لاؤ۔"

نوکر چلا گیا۔

"ایک لارج وہسکی آپ کا سر شانوں پر رکھنے کے لئے کافی ہو گی۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔

"وہ انتہائی چالاک آدمی ہے۔" لو تھر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" سنگ ہی بولا۔

نوکر وہسکی لے کر واپس آ گیا۔ سنگ ہی نے لو تھر کی طرف اشارہ کیا۔ نوکر نے چھوٹی میز اس کے صوفے کے قریب کھسکا کر ٹرے رکھ دی۔ لو تھر نے گلاس اٹھا لیا۔ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اس نے مضطربانہ انداز میں ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر دیا۔

"اب اُسے لے آؤ۔" سنگ ہی نے نوکر سے کہا۔ نوکر کے جانے کے بعد سنگ ہی کیپٹن لو تھر کو ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے لو تھر ایک ناسمجھ بچہ ہو اور سنگ ہی اس کا بزرگ، جس نے ابھی ابھی اُسے مہمانوں کے سامنے مہذب اور باتمیز رہنے کی تاکید کی ہو۔

❁

فریدی کے ساتھ حمید بھی تھا۔ دونوں لو تھر کی اسٹڈی میں داخل ہوئے اور لو تھر نے بڑی خوش اخلاقی سے ان کا استقبال کیا۔ سنگ ہی بھی موجود تھا۔

حمید سنگ ہی کو بڑے غور سے دیکھنے لگا۔

"فرمائیے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" لو تھر نے کہا۔

"کچھ نہیں! بس یونہی تھوڑی سی تکلیف دوں گا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مجھے اُن کوہ پیماؤں

کی فہرست چاہئے جو آپ کے ہمراہ جنوبی امریکہ گئے تھے۔"

لوتھر کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ لیکن سنگ ہی جلدی سے بولا۔ "ضرور.... ضرور.... مگر اُن میں سے تین تو ختم ہی ہو چکے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" فریدی بولا۔

"وہی تین لاشیں جن پر نیلی لکیریں پائی گئی تھیں۔"

"اوہ....!"

"فہرست آپ کو ابھی چاہئے یا آپ کے آفس پہنچا دی جائے۔" سنگ ہی نے کہا۔

"مجھے جلدی ہے۔" فریدی بولا۔

"میں ابھی پیش کرتا ہوں۔" سنگ ہی نے کہا اور ایک میز کی دراز سے لکھنے کے لئے کاغذ نکال کر اس پر پنسل سے گھسیٹنے لگا۔

"لیکن آپ کو یک بیک جنوبی امریکہ کا خیال کیسے آیا۔" لوتھر نے فریدی سے پوچھا۔

"نیلی لکیروں کی بناء پر۔" فریدی نے لاپرواہی سے جواب دیا اور سنگ ہی لکھتے لکھتے مڑ کر اُسے گھورنے لگا۔ پھر اپنے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کر کے کہا۔

"کیا وہ نیلی لکیریں....؟ وہ تو میری سمجھ ہی میں نہیں آتیں۔"

"نہ آتی ہوں گی؟ کیا فہرست تیار ہو گئی۔"

لوتھر تھوک نگل کر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

سنگ ہی نے کاغذ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جن کے پتے میں نے نہیں لکھے اُن کے پتے مجھے معلوم ہی نہیں۔"

فریدی نے کاغذ سنگ ہی کے ہاتھ سے لے کر اُس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی پھر تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔

"آپ نے ان لوگوں کی فہرست کیوں لی ہے۔" لوتھر نے پوچھا۔

"میں اُن سے پوچھوں گا کہ یہ جنوبی امریکہ میں کون سا کارنامہ انجام دے کر آئے ہیں۔"

"اوہ... یہ تو یہ فقیر ہی عرض کر سکتا ہے۔" سنگ ہی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

"لیکن حقیقت کی ہوا بھی نہ لگنے دو گے۔" فریدی طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"آپ کو مطمئن کرنا بہت مشکل کام ہے۔" سنگ ہی مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"اچھا میں کچھ نہ کہوں گا۔"

"پولیس مجھے برابر پریشان کر رہی ہے۔" لوتھر بڑبڑایا۔"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کون سی بات چھپا رہا ہوں۔"

"فکر نہ کرو! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

وہ اور حمید دروازے کی طرف بڑھے۔ اُن کے پیچھے سنگ ہی اور لوتھر بھی تھے۔ اچانک فریدی دروازے پر رک کر اُن کی طرف مڑا۔

"تم نے صرف تین آدمیوں کے پتے لکھے ہیں۔" اُس نے سنگ ہی سے کہا۔"وہی تینوں جو مر چکے ہیں۔"

"جی ہاں۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔"آپ اُن کے موجودہ پتے سے تو واقف ہی ہوں گے۔"

اس کے جواب میں فریدی نے جو کچھ بھی کیا وہ قطعی غیر متوقع تھا۔ اس نے سنگ ہی کے منہ پر اس زور کا چانٹا مارا کہ وہ کئی قدم لڑکھڑانے کے بعد فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"یہ کیا لغویت ہے۔" لوتھر چیخ کر آگے بڑھا۔

فریدی نے اتنی لاپروائی سے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چلنے کا اشارہ کیا جیسے اُس کے کانوں تک لوتھر کی آواز پہنچی ہی نہ ہو۔

وہ دونوں چلے گئے لوتھر اس طرح چنگھاڑ رہا تھا جیسے اچانک پاگل ہو گیا ہو۔

سنگ ہی جیب سے رومال نکال کر تھپڑ پڑے ہوئے گال کو صاف کرتا ہوا بولا۔

"شش شش! مسٹر لوتھر۔ خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ فریدی تو بڑا معزز آدمی ہے۔ مجھے اکثر انتہائی ذلیل آدمیوں کے ہاتھوں پٹنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔"

لوتھر اُسے تحیر آمیز نظروں سے گھورنے لگا۔

لاش غائب

فریدی کی کیڈی لاک بھری پُری سڑکوں سے گذر رہی تھی۔

"آخر اُس کیچوے کو مارنے سے کیا فائدہ ہوا۔" حمید بولا۔

"اُسے تم کیچوا کہہ رہے ہو۔" فریدی سامنے سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔ "تم اُسے نہیں جانتے۔ کیا یہاں اس شہر میں کوئی اور بھی ہے، جو اس طرح میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر سکے۔ اس کی یہ حرکت میرے لئے ایک کھلا ہوا چیلنج ہے.... اور تھپڑ.... تم جانتے ہی ہو کہ میں تھپڑ کب مارتا ہوں۔"

"اس کا نام کیا ہے۔ میں نے شاید اُسے پہلے پہل دیکھا ہے۔"

"سنگ ہی... ایک جلاوطنی دوغلا چینی ہے اول نمبر کا سازشی اور مکار... موجودہ چینی حکومت کے خلاف اُس نے ایک سازش کی تھی۔ لہٰذا نتیجے کے طور پر اُسے جلاوطنی نصیب ہوئی۔"

"تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان تینوں موتوں کے ذمہ دار یہی لوگ ہیں۔"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن وہ اس کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔"

"آپ نے جگدیش سے کچھ غیر ملکیوں کا تذکرہ کیا تھا۔"

"ہاں.... یہ اس نیلی لکیر سے متعلق تھا۔"

"نیلی لکیر۔" حمید بڑبڑایا۔ "آخر یہ ہے کیا بلا۔"

"جان لینے کا ایک ہزاروں سال پرانا طریقہ۔"

"ہزاروں سال پرانا طریقہ۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"جسے جنوبی امریکہ کے قدیم باشندے اب بھی استعمال کرتے ہیں۔ خصوصاً "انکا" نسل کے لوگ جو پیرو اور چلی کے درمیان میں آباد ہیں۔ گورگین قبیلے کے لوگ بھی اس طریقے کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔"

"آ گئی شامت۔" حمید دونوں ہاتھوں سے سر پیٹتا ہوا بولا۔

"اس کیس میں تھوڑی بہت تفریح کی امید ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے ایک ماہ کی چھٹی دلوا دیجئے۔"

"کیوں؟"

"ضرورت ہے اشد ضرورت ہے۔"

"پھر بھی۔"

"میں اپنے لئے سالیاں تلاش کروں گا۔"

"بات کچھ جچی نہیں۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"میں اس وقت اتفاق سے فلسفہ بول گیا ہوں۔"

"میں بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"آپ کبھی اچھی باتوں کے موڈ میں نہیں ہوتے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ سنگ ہی کو چانٹا مارنے کے بعد سے اب تک اس کے مزاج کی چڑچڑاہٹ رفع نہیں ہوئی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ معاملات گہرے ہو سکتے ہیں۔ فریدی معمولی حالات میں کبھی آپے سے باہر نہیں ہوتا۔ اس نے فریدی سے کہا۔ "تو آپ کا یہ خیال ہے کہ یہ لوگ جنوبی امریکہ ہی سے اپنے ساتھ کچھ دشمن بھی لائے ہیں۔"

"ہاں میں کچھ ایسا ہی سوچ رہا ہوں اور مجھے اس کیس سے گہری دلچسپی ہے۔ جس دن پہلی لاش ملی تھی اُس دن سے میں نے دلچسپی لینی شروع کر دی تھی.... مگر افسوس!"

"کیوں افسوس کس بات کا۔"

"تمہاری وجہ سے اکثر میرا بڑا نقصان ہو جاتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"آپ موضوع سے بہک رہے ہیں۔"

"قطعی نہیں.... یہ بات اُسی سلسلے کی ہے۔"

"تو میری وجہ سے کون سا نقصان ہو گیا۔"

"تم تصویروں کے لئے آئے دن لائبریری کی کتابیں الٹتے پلٹتے رہتے ہو۔"

"تو پھر....!"

"مجھے ایک کتاب کی تلاش ہے، جو نہیں مل رہی ہے۔"

"کیا ہم اس وقت کتابوں کی باتیں کر رہے تھے۔" حمید جھلا کر بولا۔

"نہیں نیلی لکیر کے متعلق۔" فریدی نے کہا۔

"تو یہ کتابیں کہاں سے آ ٹپکیں۔ آپ سو تو نہیں رہے تھے۔"

"میں جاگ رہا ہوں فرزند۔ اُس کتاب سے مجھے اس کیس کے سلسلے میں کافی مواد ملتا۔"

"کیسی کتاب تھی۔"

"جرمن زبان میں ایک جرمن مصنف کا سفر نامہ۔ اُس نے اب سے باون سال پیشتر جنوبی امریکہ کا سفر کیا تھا اور کتاب پینتالیس سال قبل برلن میں چھپی تھی۔"

حمید نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔"اگر جغرافیہ کی کتابوں سے کچھ مدد مل سکتی ہے تو میں کوشش کروں۔"

"شائد مجھے پوری دنیا کا جغرافیہ زبانی یاد ہے۔" فریدی نے ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ کیساتھ کہا۔

"اوہ تو اسی لئے آپ کو آج تک کسی سے عشق نہیں ہوا۔"

"بکواس مت کرو۔"

"صحیح عرض کر رہا ہوں سرکار۔ آپ محبوبہ کا خط استوا سے فاصلہ دریافت کرنے کے پھیر میں پڑ جاتے ہیں۔"

"حمید....!"

"جناب والا۔"

"کیا تم میں کبھی سنجیدگی نہ پیدا ہوگی۔"

"کیوں نہیں! جس دن بھی کسی ریوالور کی گولی نے میری کھوپڑی میں سوراخ کر دیا میں ہمیشہ کے لئے سنجیدہ ہو جاؤں گا۔ لیکن اس سے قبل یہ خواہش ضروری ہے کہ میں اپنی سنجیدگی پر عش عش کرنے کے لئے دو چار یتیم اور ایک آدھ بیوہ چھوڑ جاؤں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کی نظریں ونڈ اسکرین کے پار سڑک پر جمی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں عجیب سی ویرانی تھی۔ حمید کچھ دیر چپ رہا پھر اُس نے پوچھا۔

"آخر آپ اس کتاب میں کیا دیکھنا چاہتے تھے۔"

"ایک دلچسپ کہانی۔"

"کہانی....!" حمید نے حیرت سے کہا۔"کس کی کہانی۔"

"ایک ننھی منی سی شہزادی کی کہانی۔"

حمید اس طرح بوکھلا کر فریدی کو گھورنے لگا جیسے سچ مچ اس کا دماغ الٹ گیا ہو۔

❀

سنگ ہی آر لکچو کی رقص گاہ میں ایک ادھیڑ عمر عورت کیساتھ رقص کر رہا تھا۔ حمید نے اُسے

حیرت سے دیکھا۔ بظاہر اول جلول سا نظر آنے والا سنگ ہی کتنا اچھا ناچ رہا تھا۔ اس کا ہر قدم جچا تلا ہوتا تھا۔

تھوڑی دیر تک سنگ ہی کی نگرانی کرنے کے بعد حمید پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اس میں دلچسپی لینے والا وہی اکیلا نہیں ہے۔ اس نے ایک غیر ملکی کو بھی سنگ ہی میں دلچسپی لیتے ہوئے دیکھا۔

یہ ایک پھیکی رنگت اور اداس آنکھوں والا متوسط جسامت کا آدمی تھا اس کے جسم پر سیاہ پتلون اور سیاہ ڈنر جیکٹ تھی۔ وہ خود رقص نہیں کر رہا تھا۔

حمید کے ذہن میں اُن غیر ملکیوں کا خیال ابھرا جن کا تذکرہ فریدی نے کیا تھا۔

حمید کی ہم رقص ایک سلونی سی مدراسی لڑکی تھی اُس نے حمید کو خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"تم کیا سوچنے لگے۔"

"آں....!" حمید چونک پڑا۔ "کچھ نہیں.... اوہ دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ آپ کی تعریف کن الفاظ میں کروں۔"

"میری تعریف۔" لڑکی مسکرا دی۔

"ہاں.... ایسے رنگ کے بادل بھی نہیں ہوتے۔ ڈھلتی ہوئی شاموں میں اتنا سلونا پن کہاں۔"

لڑکی نے کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا۔ اتنے میں موسیقی بند ہوگئی اور لوگ اپنی اپنی میزوں کی طرف جانے لگے۔ حمید نے محسوس کیا کہ لڑکی پیچھا چھوڑنے والی نہیں وہ اس کے ساتھ اس کی میز پر آگئی۔

حمید نے سنگ ہی کو بار کی طرف جاتے دیکھا اس نے کاؤنٹر پر رک کر بیئر کا گلاس خریدا اور کھڑا ہو کر چسکیاں لینے لگا۔ بظاہر وہ اُس غیر ملکی کی موجودگی سے ناواقف نظر آرہا تھا، جو اس سے تھوڑی ہی دور کھڑا سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔

حمید کا اضطراب بڑھ گیا وہ اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" اُس نے اپنی ہم رقص کی طرف دیکھ کر سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟"

"مجھے نشہ ہو رہا ہے۔"

"زیادہ پی گئے ہو گے۔"

"اوہ ٹھیک ہے.... لیکن میرے خدا.... اب کیا ہو گا۔"

"تو پریشانی کی کیا بات ہے۔"

"اب میں کل صبح حوالات میں نظر آؤں گا۔" حمید جھومتا ہوا بولا۔

"کیوں؟" لڑکی نے حیرت سے کہا۔

"مجھے خود پر قابو نہیں رہتا۔" حمید روہانسی آواز میں بولا۔ "اکثر کتوں کی طرح بھونکنے اور گدھوں کی طرح رینکنے لگتا ہوں۔ پچھلی بار سڑک پر ننگا ہو کر ناچتا ہوا پکڑا گیا تھا۔ اس سے پہلے ایک عورت کے بال نوچ لئے تھے۔ اس کے سینڈل اتار کر اپنا سر پیٹنے لگا تھا۔ ذرا دیکھوں تو تمہارے سینڈل کیسے ہیں۔"

حمید اُس کے پیروں کی طرف جھکا اور وہ بوکھلا کر کرسی سمیت پیچھے کھسک گئی۔

"ایک سینڈل۔" حمید سیدھا ہو کر گھگھیایا۔ "نشانی کے لئے۔"

"مذاق نہ کیجئے۔" لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔ "ٹھہرئیے! میں ابھی آتی ہوں۔"

"ہائے میں مر جاؤں گا...." حمید نے ہانک لگائی۔

لیکن لڑکی بڑے بے ساختہ انداز میں وہاں سے کھسک گئی۔ حمید نے اطمینان سے پائپ سلگایا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

سنگ ہی کاؤنٹر پر کھڑا بیئر کی چسکیاں لے رہا تھا۔ وہ بڑا کھویا کھویا سا نظر آنے لگا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے اپنے گرد و پیش کی خبر ہی نہ ہو۔

اس کی نگرانی کرنے والا غیر ملکی بھی ابھی تک اپنے اسی انداز میں کھڑا تھا۔

سنگ ہی نے بیئر ختم کر کے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ پھیرا اور گلاس کو کاؤنٹر پر رکھ کر جیب سے پرس نکالا۔ پھر چند ہی منٹ بعد حمید نے اُسے رقص گاہ سے باہر جاتے دیکھا۔ غیر ملکی اجنبی بھی باہر نکل گیا۔

حمید دروازے کی طرف لپکا۔ وہ دونوں کافی فاصلہ چھوڑ کر آگے پیچھے چل رہے تھے۔ کمپاؤنڈ سے باہر آ کر سنگ ہی ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ جب اس کی ٹیکسی کچھ دور نکل گئی تو وہ غیر ملکی بھی

جھپٹ کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

حالانکہ فریدی کی کیڈی لاک ہوٹل کے گیراج میں موجود تھی لیکن حمید نے بھی ٹیکسی ہی مناسب سمجھی۔ تینوں ٹیکسیاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تھیں۔ گیارہ بج چکے تھے اس لئے سڑکوں پر ٹریفک کا زور بھی کم ہو گیا تھا۔ حمید کو تعاقب جاری رکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

تقریباً آدھ گھنٹے بعد سنگ ہی کی ٹیکسی ارجن پورے میں رک گئی اور سنگ ہی اُتر کر ایک تاریک گلی میں گھستا ہوا نظر آیا۔ غیر ملکی کی ٹیکسی بھی اچانک رک گئی اور وہ بھی اتر کر اسی گلی کی طرف جھپٹا۔ گلی میں بہت اندھیرا تھا۔ حمید نے سوچا کہ جیب سے ٹارچ نکال لے۔ لیکن پھر اسے مناسب نہ سمجھ کر یونہی اندھیرے میں چلتا رہا۔

دفعتاً اس نے ایک ہلکی سی کراہ سنی اور پھر کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی ٹھوکر کھا کر گرا ہو۔ لیکن پھر ایسا جان پڑا جیسے گرنے والا انتہائی کرب کے عالم میں ہاتھ پیر پٹخ رہا ہو۔ حمید تیزی سے آگے کی طرف جھپٹا۔ اب اُس نے ٹارچ روشن کر لی تھی اور دوڑنے لگا تھا۔ پھر اچانک اُسے رک جانا پڑا۔

سنگ ہی کا تعاقب کرنے والا غیر ملکی زمین پر چت پڑا تھا اور اُس کے سینے میں ٹھیک دل کے مقام پر ایک بہت بڑا خنجر پیوست تھا۔

حمید ایک لمحے کے لئے لاش پر جھکا پھر سیدھا کھڑا ہو کر بے تحاشہ آگے کی طرف دوڑنے لگا۔ شائد وہ سنگ ہی کو پکڑنا چاہتا تھا۔ اُس کے قدموں کی آوازیں دور تک اندھیرے میں ڈوبتی چلی گئیں۔

سنگ ہی قریب کی پتلی گلی سے نکل کر لاش کی طرف آیا اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ٹارچ تھی اور پھر اُس نے ایسی حرکتیں شروع کیں جیسے اُس نے پہلے ہی سے اپنا پروگرام بنا رکھا ہو۔ اُس نے ایک قریبی گٹر کا ڈھکن اٹھایا اور لاش کو کھینچتا ہوا اُس کے قریب لایا۔ پوری کاروائی میں مشکل سے ایک منٹ لگا ہوگا۔ اُس نے گٹر کا ڈھکن بند کرتے ہوئے ایک طویل سانس لی۔

وہ پھر اُسی مقام پر لوٹ آیا جہاں سے اُس نے لاش گھسیٹی تھی۔ یہاں تقریباً دو فٹ کے گھیرے میں خون پھیلا ہوا تھا۔

سنگ ہی نے اپنی پتلون کی جیب سے ایک شیشی نکالی۔ اُس میں ایک بے رنگ عرق تھا۔ اس

نے اسے خون پر الٹ دیا۔ خون پر عرق گرتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کھولنے لگا ہو۔ سفید رنگ کی ہلکی ہلکی بھاپ خون سے ایک فٹ کی اونچائی پر اٹھ کر ہوا میں تحلیل ہوتی جارہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے زمین اس طرح صاف اور خشک ہوگئی جیسے وہاں کبھی کچھ رہا ہی نہ ہو۔ سنگ ہی نے خالی شیشی جیب میں ڈالی اور بڑے اطمینان سے ٹہلتا ہوا گلی سے سڑک پر نکل آیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک گھٹیا قسم کے قحبہ خانے میں دیکھا گیا جہاں وہ بوڑھی نائیکہ کو اس انداز میں چھیڑ رہا تھا جیسے وہ اسی کے لئے سودا طے کرلے گا۔

❁

رات کو دو بجے حمید ہکلا ہکلا کر فریدی کو اپنی کہانی سنا رہا تھا۔

"اور پھر میں جب دوبارہ اُس طرف واپس آیا تو لاش غائب تھی۔"

"ہوں....!" فریدی اُسے گھورنے لگا۔

"خفیف سا نشان بھی نہ ملا۔ آخر وہ خون کیا ہوگیا، جو لاش کے گرد پھیلا ہوا تھا۔ پہلے تو میں یہ سمجھا کہ شاید میں کسی غلط گلی میں نکل آیا ہوں۔"

"ہوسکتا ہے کہ تم سے غلطی ہی ہوئی ہو۔" فریدی نے کہا۔

"ناممکن۔" حمید بولا۔ "میں ٹھیک اُسی جگہ پر تھا جہاں میں نے لاش دیکھی تھی۔"

"مجھے حیرت نہیں ہے۔"

"کیوں....؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ سنگ ہی کوئی ٹٹ پونجیا قسم کا مجرم نہیں ہے۔ اس نے چین کی حکومت سے ٹکرانے کی کوشش کی تھی۔ تم خود سوچو کہ ایسا آدمی کن صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔"

"آخر لاش کیا ہوئی۔"

"تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے۔" فریدی اُسے گھور کر بولا۔

"کیا مطلب....!"

"گٹر.... کیا گٹر سے بھی زیادہ موزوں کوئی جگہ ہوسکتی ہے۔"

"مگر آخر نشانات کہاں گئے۔ کچی زمین کا خون تو دھویا نہیں جاسکتا۔"

"بہتیری صورتیں ہیں۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ پھر اس نے کہا۔ "چلو! میں دیکھتا

ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد فریدی کی کیڈی بڑی تیز رفتاری سے ارجن پورے کی طرف جارہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حمید نے کیڈی رکوائی۔

اور پھر فریدی کو تھوڑی ہی دیر بعد یہ تسلیم کرلینا پڑا کہ سنگ ہی نے کسی قسم کا کوئی نشان نہیں چھوڑا۔ گٹر کے ڈھکن کو بھی شاید اس نے رومال سے صاف کردیا تھا۔

لکیروں کا راز

لوتھر پاگلوں کی طرح کمرے میں ٹہل رہا تھا.... اور ایک طرف وہی پٹھان سنتری کھڑا تھا جسے اس نے ایک دن قبل سنگ ہی کے کہنے پر ملازمت سے برطرف کردیا تھا۔

"میں جانتا ہوں! پٹھان بڑے وفادار ہوتے ہیں۔" لوتھر نے دفعتاً رک کر کہا۔

"بے شک....!" پٹھان سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ہم مالک کے لئے جان دیتا ہے۔"

"میں پھر تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔"

"ہم تیار ہے! مگر ہم اُسی چینی ولد الحرام کا گردن بے شک توڑ دے گا۔"

"تمہیں رات بھر میرے ساتھ میرے کمرے میں رہنا پڑے گا۔"

"دوشمن کا خوف؟" پٹھان نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں....!"

"صاحب آپ پولیس میں خبر کیوں نہیں دیتا۔"

"نہیں دے سکتا.... ایسی ہی بات ہے۔"

"فکر نہ کرے آپ.... ہم ایک ایک دشمن کا بوٹی قیمہ کرے گا۔ مگر آپ ہمیں بتائیے.... دوشمن کدھر ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"پھر ہم کیا کرے گا۔"

"میری حفاظت! میری موت کسی وقت بھی آسکتی ہے۔"

"اچھا صاحب! ہم دیکھے گا۔ مگر آپ اُس ولد الحرام کے معاملے میں نہیں بولے گا۔"

"نہیں بولوں گا.... مجھے منظور ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔"

لوتھر پھر ٹہلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "اب تم جاؤ ٹھیک سات بجے شام کو آجانا۔ دن کو مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ میں اپنی حفاظت خود ہی کر سکتا ہوں۔"

لوتھر کی جوان سال لڑکی سارہ برآمدے میں آرام کرسی پر نیم دراز پکچر پوسٹ کے صفحات الٹ رہی تھی۔ سارہ کافی قبول صورت اور شوخ لڑکی تھی۔ لوتھر اُسے بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا۔

اچانک پکچر پوسٹ کے پرچے سے کارڈ سائز کی ایک تصویر نکل کر فرش پر گر پڑی۔ سارہ اُسے اٹھانے کے لئے جھکی اور پھر اُس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔ وہ ایک ایسی گندی تصویر تھی کہ اگر لوتھر اُسے اُس کے ہاتھ میں دیکھ لیتا تو اُس کی شامت ہی آجاتی۔ شاید وہ اُسے بے دریغ مار بیٹھتا۔

تصویر کے نیچے تحریر تھا۔

"سمجھ دار سارہ کے لئے.... فلسفی سنگ ہی کی طرف سے۔"

سارہ کا چہرہ غصہ اور شرم سے تمتما اٹھا۔ اس کی سانس پھولنے لگی۔ سنگ ہی سے اُسے بڑی نفرت تھی اور وہ کئی بار لوتھر سے کہہ چکی تھی کہ وہ اُسے نکال دے اُس نے یہ بات بھی محسوس کی تھی کہ لوتھر سنگ ہی سے کچھ خائف سا رہتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ آج تک اس کی سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ اس نے کئی بار لوتھر سے بھی اس کے متعلق پوچھا لیکن کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا اور اب ادھر جب سے پولیس والوں نے اُس کے گھر کے چکر کاٹنے شروع کئے تھے اُس کی تشویش اور زیادہ بڑھ گئی تھی اور اُن تین کوہ پیماؤں کی پُر اسرار موتیں، جو اُس کے باپ کے ساتھ جنوبی امریکہ گئے تھے۔ اُن میں سے ایک تو اس کوٹھی کے سامنے ہی مرا تھا۔

وہ یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ لوتھر اُسے کچھ دنوں کے لئے کوٹھی سے ہٹانا چاہتا ہے۔

سنگ ہی اس کے لئے ایک معمہ تھا۔ وہ اُس کے باپ کا ملازم تھا لیکن کبھی کبھی وہ اس کی توہین تک کر بیٹھتا تھا۔ اس پر لوتھر کی خاموشی کو وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھ سکتی تھی کہ وہ

سنگ ہی سے دبتا ہے۔ آخر کیوں؟ بار بار یہ سوال اس کے ذہن میں کچو کے لگاتا تھا۔

سارہ برآمدے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی۔ تصویر اُس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر اُس نے لکھنے کی میز پر بیٹھ کر انتہائی غصے کے عالم میں اپنے باپ کو ایک خط لکھا۔ لکھ چکنے کے بعد نظر ثانی کی اور اُسے پھاڑ دیا۔ کچھ دیر سر پکڑے بیٹھی رہی.... پھر دوسرا کاغذ اٹھایا اور پھر صرف اتنا لکھا۔

"ڈیڈی.... کیا آپ اسے بھی برداشت کرلیں گے۔"

اُس نے کاغذ کو تہہ کر کے تصویر کے ساتھ ایک لفافے میں بند کیا اور نوکر کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔

"ڈرائیور سے کہو کہ گاڑی نکالے۔" اُس نے نوکر سے کہا۔

جب نوکر واپس آیا تو اُس نے لفافہ اُسکے ہاتھ میں دے کر کہا۔ "اسے ڈیڈی کو دے آؤ۔"

اُدھر نوکر لفافہ لے گیا اور ادھر وہ باہر نکلی۔ کار پھاٹک کے قریب کھڑی تھی۔

"میں خود ڈرائیو کروں گی۔ تم جاؤ۔" سارہ نے ڈرائیور سے کہا اور کار میں بیٹھ گئی۔

❁

لوتھر آرام کرسی پر پڑا اونگھ رہا تھا۔ نوکر کی آہٹ پر چونک پڑا۔

"مس صاحب نے دیا ہے۔" نوکر نے لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا اور کسی قسم کے جواب کا انتظار کئے بغیر باہر چلا گیا۔

لوتھر نے لفافہ کھولا۔ سب سے پہلے اس کی نظر تصویر پر پڑی اور وہ اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کرسی کی سیٹ میں آگ لگ گئی ہو۔ تصویر اُس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی۔ وہ اُسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ پھر اس کی نظر ساتھ والے کاغذ پر پڑی۔ اس نے جھک کر اُسے اٹھایا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا۔ "سور.... کمینے.... کتے.... ذلیل۔"

اس نے میز کی دراز کھول کر ریوالور نکالا اور بے تحاشہ بھاگتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

پھر وہ ایک ایک کمرے میں سنگ ہی کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ نوکر اُسے اس حال میں دیکھ کر سہم گئے۔ کسی کی ہمت نہیں پڑی کہ اس سے کچھ پوچھتا۔

آخر کار اس نے سنگ ہی کو پا ہی لیا۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھا بیئر پی رہا تھا۔ لوتھر نے اُسے دیکھتے ہی فائر کر دیا۔ سنگ ہی بندروں کی طرح اچھل کر میز پر چڑھ گیا۔ لوتھر نے دوسرا فائر کیا لیکن اس بار پھر وہ چوک گیا۔ سنگ ہی نے میز سے چھلانگ لگائی اور اس بار وہ تیر کی طرح لوتھر پر آیا۔ غصے نے پہلے ہی لوتھر کی قوت سلب کر لی تھی۔ ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

"کیا پاگل ہو گئے ہو۔" سنگ ہی غرایا۔ اس نے ریوالور اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ پھر اس نے باہر کھڑے ہوئے نوکروں کو ڈانٹا۔ "جاؤ.... اپنا کام کرو۔"

نوکر چلے گئے۔ سنگ ہی نے لوتھر کو ایک آرام کرسی میں دھکیلتے ہوئے کہا۔

"اگر میں مر جاتا تو....!"

"سور کے بچے میں تجھے ہر حال میں مار ڈالوں گا۔" لوتھر چیخا۔

"آخر اس غصے کی وجہ۔"

"وجہ پوچھتا ہے! خیریت اسی میں ہے کہ جلد سے جلد کوٹھی خالی کر دے۔"

"لیکن میرے کوٹھی خالی کرتے ہی تمہارا جسم روح سے خالی ہو جائے گا۔"

"میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔"

"تو بہرے ہو جاؤ۔" سنگ ہی نے لاپروائی سے کہا اور بیئر کی بوتل اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی۔

"اب تیری اتنی جرأت ہو گئی کہ سارہ کو ایسی تصویر بھیجے۔"

"اوہ تو یہ کہو....!" سنگ ہی سنجیدگی سے بولا۔ "مگر مسٹر لوتھر تم مجھے بڑے گھٹیا آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اتنی سی بات پر گولیاں جھونکنے لگے۔"

"ارے او! ذلیل کتے! یہ ذرا سی بات ہے۔" لوتھر حلق کے بل چیخا۔

"میں تو یہی سمجھتا ہوں۔" سنگ ہی نے کہا۔ "سارہ کافی سمجھدار ہے۔ ننھی سی بچی تو نہیں کہ اس تصویر کو سمجھ نہ سکے۔"

"ابے کیا تو پاگل ہو گیا ہے۔" لوتھر اپنا سر پیٹتا ہوا بولا۔

"دنیا کے ہر بڑے آدمی کو لوگ پاگل سمجھتے ہیں۔ اگر میری کوئی بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی اس قسم کی تعلیم دیتا۔"

"خدا تجھے غارت کرے ذلیل۔"

"تم بڑے تنگ نظر معلوم ہوتے ہو مسٹر لوتھر! میں تو سمجھتا تھا کہ دنیا کے سارے دوغلے آدمی میری ہی طرح آزاد خیال ہوں گے۔ مگر نہیں تم تو صرف دوغلے ہو۔ میری طرح حرامی نہیں۔"

"تجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے اب میں دوسری صورت اختیار کروں گا۔ خواہ مجھے پھانسی ہی کیوں نہ ہو جائے۔"

"تو اب تم اتنی سی بات پر پولیس سے ساز باز کرو گے۔" سنگ ہی تلخ سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"میں سب کچھ بتادوں گا۔"

"یعنی اپنے ہاتھ سے اپنے گلے میں پھندا ڈالو گے۔ وہ بھی اس لئے کہ میں نے تمہاری لڑکی کو تجربہ گاہ بنانا چاہا تھا لیکن کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اُس صورت میں محفوظ ہو جائے گی۔ کیا تم سنگ ہی کی قوتوں سے واقف نہیں ہو۔ ابھی تک تو یہ محض مذاق تھا۔ مسٹر لوتھر.... لیکن جانتے ہو اس صورت میں کیا ہو گا۔ اس سال تو ابھی تک وہی ہوا ہے جو سنگ ہی نے چاہا ہے۔"

"آج تجھے کوٹھی خالی ہی کرنی ہو گی۔"

"سنو! بچے نہ بنو۔ ایک گلاس ٹھنڈا پانی پیو اور یہ سوچ کر خدا کا شکر ادا کرو کہ سنگ ہی نے تمہیں اس وقت زندہ چھوڑ دیا۔"

"میں ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔"

"کون سا زہر پسند کرو گے، خودکشی زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوتی۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔

لوتھر کا غصہ اتنا بڑھا کہ اس پر غشی طاری ہو گئی۔

سنگ ہی نے اس کے سر پر شراب کے چھینٹے دیئے اور پادریوں کی طرح دعا پڑھنے لگا۔

❁

سرجنٹ حمید کی چوہیا میز پر بیٹھی مونگ پھلی کے دانے کتر رہی تھی اور بکرا میز پوش چبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک حمید نے کتاب سے نظریں ہٹائیں اور بکرے کو ایک لات جھاڑتا ہوا بولا۔

"ابے اسے میز پوش کہتے ہیں۔"

بکرے نے پلٹ کر اُس کی طرف دیکھا، دو چار مرتبہ پلکیں جھپکائیں اور پھر اپنے شغل میں لگ گیا۔

"نہیں سنتا....!" حمید جھلا کر اٹھا اور اس کی پچھلی ٹانگیں پکڑ کر کھینچتا ہوا باہر دھکیل آیا۔ پھر

اسے اپنے کمرے میں واپس آئے دو ہی تین سیکنڈ گذرے ہوں گے کہ ایک نوکر نے آکر ناک کے بل الاپنا شروع کر دیا۔

"بڑے صاحب.... یاد فرما رہے ہیں۔"

"اُن سے جاکر کہو بڑی خوشی ہوئی.... روزانہ اسی وقت یاد فرمالیا کریں۔"

نوکر چپ چاپ کھڑا رہا۔

"ابے بھاگ!" حمید اُسے مکا دکھا کر بولا۔

"کیا کہہ دوں۔"

"یہی جو میں نے کہا ہے.... نکلو یہاں سے۔"

اس نے نوکر کے جانے کے بعد پھر ٹانگیں پھیلا کر کتاب پڑھنی شروع کر دی۔ یہ کوئی رومانی ناول تھا۔ حالانکہ اُسے اردو کے رومانی ناول پڑھ کر ہمیشہ کوفت ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ باز نہیں آتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد راہداری میں قدموں کی آہٹ سنائی دی اور فریدی جھلایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ حمید بدستور ناول پر نظریں جمائے رہا۔ فریدی نے کرسی کے پائے میں ٹھوکر ماری اور حمید چیخ مار کر اچھل پڑا۔ پھر فریدی کی طرف دیکھ کر کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا بولا۔

"لاحول ولا قوۃ آپ ہیں! میں سمجھا شائد بکرا ہے۔"

"میں نے تمہیں بلوایا تھا۔"

"اوہ.... لیکن مجھے اطلاع نہیں ملی۔"

"بکواس نہ کرو! مجھے یہ حرکتیں پسند نہیں۔"

"قسم لے لیجئے۔ کسی نے اطلاع نہیں دی۔"

"نصیرا نہیں آیا تھا۔"

"آیا تو تھا۔" حمید نے معصومیت سے کہا۔ "لیکن اُس نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ آپ مجھے بلا رہے ہیں۔ اُس نے یہ کہا تھا کہ آپ مجھے یاد کر رہے ہیں۔ اس پر میں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ ارے کوئی ایسا بھی تو ہے، جو ہمیں یاد کرتا ہے۔"

"میں چانٹا مار دوں گا۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

''آپ کا جغرافیہ آج تک میری سمجھ میں نہ آسکا۔'' حمید نے غمزدہ آواز میں کہا۔ ''کبھی یاد کریں گے اور کبھی مارنے کی دھمکی دیں گے۔ ایسی تو ہٹلر کی بھی محبوبہ نہ رہی ہوگی۔''

فریدی نے اس کا کان پکڑ کر کرسی سے اٹھادیا۔

حمید ایک لمبی سی ''چیاؤں'' کے ساتھ اٹھتا چلا گیا۔

''میں کہیں جانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''کیا اسٹڈی تک بھی نہیں چلو گے۔ جہاں دو لڑکیاں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔''

''آپ نے خواب دیکھا ہوگا۔'' حمید نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ ''آج کل موسم ایسا خراب ہے کہ کوئی لڑکی میری پرواہ نہیں کرتی۔''

''فکر نہ کرو! میں نے تمہارے لئے انتظام کرلیا ہے۔''

''کیا مطلب....!''

''تم لوتھر کی کوٹھی میں اس کی لڑکی کے دوست کی حیثیت سے قیام کرو گے۔''

''بھلا اس کی لڑکی مجھے اپنا دوست کیوں تسلیم کرنے لگی۔''

''کرے گی.... یہ میں اسی کی درخواست پر کر رہا ہوں۔''

''شاید آپ مذاق کر رہے ہیں۔''

''نہیں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ سنگ ہی سے وہ اور اس کا باپ دونوں بہت زیادہ خائف ہیں۔''

''سنگ ہی سے خائف ہیں؟'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں وہ بظاہر تو لوتھر کا نوکر ہے لیکن اصلیت خدا جانے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوئی بڑا کھیل کر رہا ہے۔''

''لیکن وہ جنوبی امریکہ کے پُراسرار باشندے۔''

''وہ بھی اپنی جگہ پر اٹل حقیقت ہیں۔''

''آخر آپ ٹھیک سے کیوں نہیں بتاتے۔''

''میں سمجھے بوجھے بغیر کوئی بات نہیں کرتا۔ فی الحال ہمیں صرف سنگ ہی اور لوتھر کے تعلقات کے متعلق چھان بین کرنی ہے۔''

''اوہ وہ نیلی لکیر.... آپ نے کہا تھا کہ وہ جنوبی امریکہ کی کسی قدیم قوم سے تعلق رکھتی ہے۔''

"قدیم نسل سے۔" فریدی نے تصحیح کی۔ "طریقہ کار سے شائد تم واقف نہیں۔ چمڑے کی ایک پتلی سی پٹی زہر میں ڈبوئی جاتی ہے۔ مارنے والا اپنے شکار کے جسم پر اس زور سے اُسے مارتا ہے کہ اس کی کھال پھٹ جاتی ہے اور زہر جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ یہ نیلی لکیر دراصل اُسی چمڑے کی پٹی کی چوٹ کا نشان ہوتا ہے۔"

"میرے خدا۔" حمید نے کہا۔ "آپ طریقہ کار سے واقف ہیں۔ اس کے باوجود بھی لوگ ابھی تک اندھیرے میں ہیں۔"

"ٹھیک ہے! میں ابھی اس بات کو مشتہر نہیں کرنا چاہتا۔ لوگوں کو اندھیرے ہی میں رہنے دو۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر حمید نے پوچھا۔

"ان تین مرنے والوں کے علاوہ اور لوگ بھی تو لوتھر کے ساتھ جنوبی امریکہ گئے تھے۔"

"ہاں گئے تو تھے اور میں اُن میں سے دو ایک سے مل بھی چکا ہوں۔"

"تو انہوں نے بھی کوئی خاص بات نہیں بتائی۔"

"بتائی ہے۔" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "وہ تینوں مرنے والے لوتھر.... سنگ ہی اور ایک مقامی کوہ پیا کے ساتھ ایلپوم کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے۔"

"تو کیا ایلپوم کی چوٹی پر پہنچنے ہی کی وجہ سے ان کی موت واقع ہوئی۔"

"ہوسکتا ہے۔ اگر تم باقاعدہ اخبار پڑھتے ہوتے تو اس قسم کا سوال کبھی نہ کرتے۔" فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"اخبار سے کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ لوتھر کی پارٹی نے ایلپوم کی چوٹی سر کرنے کے علاوہ اور کونسا کارنامہ انجام دیا تھا۔"

"مجھے اس قسم کی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "کوہ پیائی.... ہونہہ! چڑھ گئے کسی پہاڑ کی چوٹی پر اور ہلا رہے ہیں بچوں کی طرح ہاتھ۔ کیا لغویت ہے۔ ارے اس میں کیا دھرا ہے۔ بہادری تو تب ہے کہ بیچ سڑک پر کسی عورت کی چوٹی پکڑ لی اور اپنے سر کا ایک بال بھی کم کئے بغیر صاف نکل گئے.... پہاڑ کی چوٹی.... ہونہہ۔"

"زنخوں اور مردوں کے مشاغل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔" فریدی بولا۔ "خیر تمہیں نہیں معلوم۔ لوتھر وغیرہ نے ایلپوم کی چوٹی پر ایک پانچ سو سال پرانی لاش دریافت کی تھی۔"

"پانچ سو سال پرانی لاش!" حمید نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... اِنکا نسل کی ایک بارہ سالہ شہزادی کی لاش۔ جس کے باپ کی حکومت اب سے پانچ سو سال پہلے چلی اور پیرو کے درمیانی علاقے پر تھی اور اسپین کے ایک حملہ آور فرانسسکو ہزارو نے اس کا تختہ الٹ دیا تھا۔ شاہی خاندان کے بہت سے افراد افراتفری میں ادھر اُدھر بھاگ نکلے۔ انہیں میں یہ شہزادی بھی تھی جس نے ایلپوم پہاڑ کی ایک زیارت گاہ میں پناہ لی اور وہیں اس کی موت بھی واقع ہوئی۔ بہرحال وہ شیشے جیسی برف کے اندر اس طرح بیٹھی ہوئی ملی جیسے زندہ ہو اور برف سے نکالنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے مرے ہوئے ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ گذرا ہو۔"

حمید حیرت سے فریدی کے چہرے پر نظریں جمائے رہا۔

"آپ کسی جرمن مصنف کی تصنیف کا تذکرہ کر رہے تھے۔"

"ہاں! اس نے اب سے باون سال پہلے جنوبی امریکہ کا سفر کیا تھا اور وہاں اُسے اُس شہزادی کے فرار کی داستان سنائی گئی تھی اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ شہزادی ایلپوم کی چوٹی پر اب بھی موجود ہے۔ اس سفر نامے میں بہت کچھ تھا۔ افسوس کہ تفصیل میرے ذہن میں نہیں ہے۔ بہرحال نیلی لکیروں کے متعلق بھی میں نے اُسی میں پڑھا تھا۔ یہ حربہ فرانسسکو ہزارو کی فوج کے خلاف استعمال کیا گیا تھا۔"

"تو کیا یہ غیر ملکی.... لوتھر کی پارٹی کے پیچھے اسی لئے پڑ گئے ہیں کہ انہوں نے وہ لاش وہاں سے کیوں نکالی۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "حمید صاحب اس کتاب کو ملنا ہی چاہئے۔ اُس میں کچھ اور بھی تھا۔"

"تلاش کروں گا.... مگر اب وہ لاش کہاں ہے۔"

"وہ تو اُسی وقت وہاں کی حکومت کی تحویل میں دے دی گئی تھی۔ ایک دوسری بات۔ ایلپوم کی چوٹی صرف سولہ ہزار فٹ بلند ہے۔ اپنے یہاں کے پہاڑوں کی کئی اس سے بھی بلند چوٹیاں ابھی تک فتح نہیں ہوئیں۔ آخر لوتھر نے صرف سولہ ہزار فٹ بلند چوٹی کے لئے اتنا لمبا سفر کیوں کیا۔ وہ اپنا یہ شوق یہاں بھی پورا کر سکتا تھا۔"

"ممکن ہے اس لاش کے لئے۔" حمید بولا۔

"لیکن لوتھر نے وہاں یہ بیان دیا تھا کہ لاش اُسے اتفاقاً ملی تھی۔ اُسے پہلے سے اس کا علم نہیں تھا۔"

"تب تو معاملہ واقعی دلچسپ ہے۔" حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔

وہ مہمان

تصویر والے واقعہ کے بعد سے لوتھر شرمندگی کے مارے اپنی لڑکی سے کترانے لگا تھا۔ بہت کچھ سوچ بچار کرنے کے بعد اُس نے اُسے ایک خط لکھا اور اس میں خواہش ظاہر کی کہ وہ کچھ دنوں کیلئے باہر چلی جائے اور سنگ ہی سے اسی صورت میں چھٹکارا مل سکتا ہے جب وہ قتل کر دیا جائے۔

اس کے جواب میں سارہ نے اُسے لکھا کہ وہ فی الحال کہیں نہیں جاسکتی کیونکہ اس کا ایک کلاس فیلو کچھ دنوں کے لئے اُس کے ساتھ قیام کرنے کی غرض سے آرہا ہے۔

اس نئی اطلاع پر لوتھر بُری طرح بوکھلا گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان دنوں کوئی اجنبی اس کی کوٹھی میں قیام کرے۔ آخر اسے سارہ سے دوبدو گفتگو کرنی ہی پڑی۔

"حالات ایسے نہیں بیٹی کہ آج کل کوئی غیر یہاں قیام کر سکے۔" لوتھر نے کہا۔

"کیسے حالات! آخر آپ مجھے بتاتے کیوں نہیں۔"

"یہ مت پوچھو! بس ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں اور میں خود ہی حالات پر قابو پانا چاہتا ہوں۔"

"بیکار بات ہے۔ سنگ ہی آپ کو تباہی کی طرف لے جارہا ہے۔"

"میں بہت جلد اُس سے چھٹکارا پالوں گا۔"

"لیکن میرا مہمان ضرور آئے گا۔"

"ضد نہ کرو۔"

"مجبوری ہے اُسے کس طرح ٹالا جاسکتا ہے جبکہ میں خود اُسے مدعو کر چکی ہوں۔"

"سنگ ہی خواہ مخواہ شک کرے گا۔" لوتھر نے بے بسی سے کہا۔

"سنگ ہی.... سنگ ہی۔" سارہ جھلا کر بولی۔ "میں اُس سور کے بچے سے نہیں ڈرتی۔ اگر

ضرورت پڑی تو میں اُس کی کھوپڑی میں ایک اونس سیسہ اُتار دوں گی۔"

"آہستہ بولو۔" لوتھر چاروں طرف دیکھ کر مضطربانہ انداز میں بولا۔

"ڈیڈی۔ کہیں میں تمہارے ساتھ کوئی بُرا برتاؤ نہ کر بیٹھوں۔" سارہ بپھر گئی۔ "تم وہی کیپٹن لوتھر ہو جس کے نام سے لوگ لرزتے تھے۔"

"وقت کی بات ہے بے بی۔" سنگ ہی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ "تم اپنے مہمان کو ضرور بلاؤ کیپٹن کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ سنگ ہی کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جب کہ سنگ ہی ان کی حفاظت کر رہا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو نیلی لکیر کے چوتھے شکار یہی ہوتے۔"

"تم بغیر اجازت میرے کمرے میں کیوں گھسے۔" سارہ چیخ کر بولی۔

"مجھے افسوس ہے۔" سنگ ہی نے کہا اور الٹے قدموں چلتا ہوا دروازے سے نکل گیا۔ پھر اُس نے رک کر کہا۔ "کیا میں اندر آسکتا ہوں۔"

"نہیں....!" سارہ حلق کے بل چیخی۔

"بہت بہتر۔" سنگ ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور وہاں سے چلا گیا۔

"ڈیڈی.... جاؤ.... تم بھی۔" سارہ لوتھر کو دروازے کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی۔

لوتھر چپ چاپ کمرے سے چلا گیا۔ راہداری کے سرے پر شائد سنگ ہی اس کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اس نے لوتھر کو نیچے سے اوپر تک گھور کر دیکھا۔

"لڑکی سے اس قسم کی گفتگو کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے کہا۔

"میں نے سوچا.... ممکن ہے تم شک کرو۔" لوتھر نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"کتا جب پاگل ہو جائے تو اُسے گولی مار دینی چاہیئے۔" سنگ ہی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا....!" لوتھر بوکھلا گیا۔

"کچھ نہیں! اس کا تعلق تم سے نہیں۔" سنگ ہی نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"آخر یہ کھیل کب ختم ہوگا۔"

"بہت جلد۔" سنگ ہی بولا۔ "ابھی تک میں اُن حرامزادوں کے ٹھکانے سے نہیں واقف ہو سکا۔ میں جب بھی باہر نکلتا ہوں اُن کا کوئی نہ کوئی آدمی میرا تعاقب ضرور کرتا ہے۔ شاید وہ مجھے زندہ پکڑنا چاہتے ہیں۔"

"میں تنگ آ گیا ہوں۔"

"تکلیف کے بغیر آرام کہاں کیپٹن۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "لیکن زبردست حماقتیں کر رہے ہو۔ اُس پٹھان کو دوبارہ نوکر رکھنے کی کیا ضرورت تھی اور وہ پچھلی رات کو تمہارے کمرے میں سویا تھا۔"

"میں اُن لوگوں سے بہت زیادہ خائف ہوں۔"

"فضول.... باتیں نہ بناؤ۔" سنگ ہی نے زہریلی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "تم نے یہ انتظام سنگ ہی جیسے بے ضرر آدمی کے خلاف کیا ہے۔"

"نہیں! نہیں.... یہ غلط ہے۔"

"خیر ہو گا.... مجھے اس کی پرواہ نہیں۔" سنگ ہی نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

❁

کوٹھی میں داخل ہونے والے مہمان کو دیکھ کر سارہ ششدر رہ گئی۔ اُسے توقع نہیں تھی کہ وہ مہمان اُسی کی طرح اینگلو انڈین ہو گا۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ اچھا ہی ہوا، جو اس نے مہمان کے متعلق اپنے باپ سے زیادہ تفصیل کے ساتھ گفتگو نہیں کی تھی۔

نوجوان مہمان سارہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "ہیلو سارہ.... اولڈ گرل... کیا تم میکی کو خوش آمدید نہ کہو گی۔"

"ہلو میکی.... پور بوائے۔"

دونوں نے ہاتھ ملائے۔ برآمدے میں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ مہمان نے آہستہ سے کہا۔ "میرا نام مائیکل میک آرتھر ہے سمجھیں۔"

نوکر سامان لے کر دوسری طرف چلا گیا اور وہ دونوں اسٹڈی میں آئے، جہاں لوتھر اور سنگ ہی خاموش بیٹھے ایک دوسرے کو کبھی کبھی کنکھیوں سے دیکھ لیتے تھے۔

"میکی سے ملئے! ڈیڈی۔" سارہ نے لوتھر سے کہا۔ "مائیکل میک آرتھر اور یہ ہیں میرے ڈیڈی۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" مہمان نے جھک کر لوتھر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے یہاں آپ کی شخصیت کھینچ لائی ہے.... میں نے آپ کی وہ کتابیں پڑھی ہیں، جو آپ

نے افریقہ کے شکار اور شکاریوں کے متعلق لکھی ہیں۔"

"سارہ کے دوست میرے اپنے بچے ہیں، تم پہلے کبھی نہ ملے۔" لوتھر نے کہا۔

"میں زیادہ تر دورے پر رہتا ہوں۔ اسلحہ کی ایک فرم کا ٹریولنگ ایجنٹ ہوں۔ آج کل چھٹیاں گذار رہا ہوں۔"

"خوب....!" لوتھر مسکرایا۔ "ان سے ملو۔ یہ میرے سیکریٹری سنگ ہی ہیں۔ شکار کے متعلق مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔"

"اوہ....!" مہمان نے سنگ ہی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے چین اور چینیوں سے بڑی محبت ہے۔"

"شکریہ۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "اور یہ محبت بڑھتی ہی جائے گی۔"

"میرا ایک چینی دوست چن چنگ پنگ بڑا اچھا مصور ہے۔" میکی بولا۔

"ضرور ہوگا۔" لوتھر نے کہا۔ "اب ہم چائے پر ملیں گے۔"

سارہ اُسے اپنے ساتھ لے گئی۔

"یہ لڑکا صورت ہی سے بیوقوف معلوم ہوتا ہے۔" لوتھر نے کہا۔ "اگر یہ چشمہ نہ لگائے تو شاید کچھ عقلمند معلوم ہو سکے۔"

"سنگ ہی دنیا میں صرف ایک ہی قسم کے آدمیوں سے ڈرتا ہے۔"

لوتھر اُسے گھورنے لگا۔ سنگ ہی چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "صرف ان آدمیوں سے جن کے چہروں پر حماقت برستی ہے۔"

"دیکھا....!" لوتھر پھر جلدی سے بولا۔ "میں نہ کہتا تھا کہ تم شک کرو گے۔"

"اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ خیر تم فکر نہ کرو۔ ضروری نہیں کہ میرا اندیشہ درست ہی نکلے۔"

"میں صرف فریدی سے خائف ہوں۔" لوتھر بولا۔ "اُس دن کے بعد سے پھر اُس نے ادھر کا رخ نہیں کیا۔ غالباً وہ معاملات کی تہہ کو پہنچ گیا ہے۔"

"فریدی سے ڈرتے ہو۔" سنگ ہی ہنس کر بولا۔ "جس دن کہو اُسے خاک میں ملا دوں۔ مگر میں معاملات کو طول دینا نہیں چاہتا۔"

"بہت مشکل کام ہے سنگ ہی۔" لوتھر نے کہا۔ "وہ لومڑیوں کی طرح مکار اور شیر کی طرح

بے خوف ہے۔"

"ابھی نہیں! ابھی نہیں۔" سنگ ہی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "سنگ ہی کو ابھی تاؤ نہ دلاؤ پہلے میں اُن کا صفایا کر دوں پھر فریدی سے بھی نپٹ کر دکھادوں گا۔"

"تم ان کا صفایا کرو گے۔" لوتھر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... میں اب تک چار کو ٹھکانے لگا چکا ہوں۔"

"مجھے حیرت ہے۔" لوتھر اپنی پیشانی پونچھتا ہوا بولا۔ "آخر ان کی لاشیں کیا ہو گئیں۔"

"لاشیں....!" سنگ ہی نے قہقہہ لگایا۔ "میں کبھی کچا کام نہیں کرتا۔"

"لیکن ہم لوگوں کی زندگیاں بھی تو خطرے میں ہیں اور ہم نے بھی اپنے تین ساتھی کھوئے ہیں۔"

"لڑائی میں تو یہ ہوتا ہی ہے۔" سنگ ہی لاپروائی سے بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ ابھی ہم پر اور بھی حملے کئے جائیں۔ میرے ذہن میں تو اب دوسری ہی تدبیر ہے مگر اُن سور کے بچوں کی قیام گاہ ہی نہیں معلوم ہو سکی۔"

"کیا کرو گے۔"

"یہ مت پوچھو۔ چپ چاپ بیٹھے دیکھتے رہو۔ آج تک میری کوئی تدبیر پٹ نہیں پڑی۔"

لوتھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک انہیں ایک چیخ سنائی دی اور پھر متواتر چیخیں گونجتی رہیں۔ وہ بڑی تیزی سے باہر نکلے۔

نو آمدہ مہمان غسل خانے میں چیخ رہا تھا اور غسلخانے کا دروازہ اندر سے بند تھا وہ دروازہ پیٹنے لگے۔ سارہ بھی وہاں آگئی تھی۔

پھر اچانک انہوں نے مہمان کے ہنسنے کی آواز سنی۔ وہ زبان سے گالیاں بھی بکتا جا رہا تھا

سنگ اور شہزادی

سنگ ہی اور لوتھر نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا۔

آخر غسل خانے کا دروازہ کھلا۔ میکی نے انہیں دیکھ کر ایک جھینپا جھینپا سا قہقہہ لگایا اور ایسا

معلوم ہونے لگا جیسے اب وہ ہنستے ہنستے شرمندگی کی وجہ سے رو پڑے گا۔

"کیا بات تھی۔" لوتھر نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔"

"تو یونہی خواہ مخواہ چیخنے لگے تھے۔"

"اب کیا بتاؤں۔" میکی نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "نہ پوچھئے تو بہتر ہے۔"

"عجیب آدمی ہو۔"

"کیا بات تھی۔" سارہ نے پوچھا۔

"ارے.... وہ کم بخت چوہیا.... قمیض میں گھس گئی تھی۔"

"چوہیا....!" لوتھر جھلا کر بولا۔ "اس پر اتنا شور و غل۔"

"آہ آپ نہیں جانتے۔" میکی غمزدہ لہجے میں بولا۔ "اگر آپ کو واقعات کا علم ہوتا تو آپ کبھی یہ نہ کہتے۔"

"کیسے واقعات۔"

"میرے دادا کی موت ایک چوہیا کی وجہ سے ہوئی۔ باپ بھی ایک چوہے ہی کا شکار ہوئے۔ چوہیا ہمارے خاندان کے لئے نحوست کی علامت ہے۔"

"چوہے کی وجہ سے موتیں۔" سارہ نے کہا۔ پھر سنبھل کر بولی۔ "تم نے کبھی تذکرہ نہیں کیا۔"

"کیا تذکرہ کرتا۔ کوئی فخر کی بات تو ہے نہیں۔" میکی نے اس طرح کہا جیسے اس تذکرے سے تکلیف پہنچی ہو۔

"چوہے کی وجہ سے موت۔" سنگ ہی زیرِ لب بڑبڑا کر مسکرایا۔

"ہاں میرے دادا پہلی جنگ عظیم کے ایک سپاہی تھے۔ ایک مورچے پر جب کہ وہ زمین پر اوندھے لیٹے دشمن پر گولیاں برسا رہے تھے اچانک کوئی چیز ان کے کالر میں کلبلائی اور وہ بے ساختہ اچھل پڑے اور پھر سامنے سے ایک گولی ان کی پیشانی میں گھستی چلی گئی۔ کالر میں کلبلانے والی چیز ایک چوہیا تھی۔ میرے باپ کا بھی یہی حشر ہوا۔ وہ گرمیوں کی ایک رات میں پائیں باغ میں سو رہے تھے اچانک ایک چوہیا ان کے بستر میں گھس آئی۔ وہ بے تحاشہ اچھل کر بھاگے اور پاس کے کنوئیں میں جا گرے۔"

"اوہ....!" لوتھر نے کہا۔

"تب تو بہت اچھا ہوا کہ آپ اس وقت غسلخانے میں تھے۔" سنگ ہی نے سنجیدگی سے کہا اور سارہ اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔" میکی بولا۔

لوتھر اور سنگ ہی وہاں سے چلے گئے۔

"سچ سچ بتاؤ کیا بات تھی۔" سارہ نے پوچھا۔

"یہی بات تھی۔" میکی نے کہا۔

"اگر یہی بات تھی تو تم کیا کر سکو گے۔"

"میں والز بڑا اچھا ناچتا ہوں۔"

"تمہیں فریدی صاحب نے بھیجا ہے۔"

"کون فریدی؟ میں نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا اور پھر مجھے کوئی بھیجنے ہی کیوں لگا آہ.... سارہ ڈیئر تم بھی پہلے ہی جیسی شریر ہو۔ یاد ہے جب تم نے پروفیسر گولڈ کو بینگن کھینچ مارا تھا۔"

"کیا بکواس ہے! میں نے آج تمہیں پہلے پہل دیکھا ہے۔"

میکی نے دل کھول کر قہقہے لگائے پھر بولا۔ "خدا کی قسم سارہ! تم غضب کی ایکٹنگ کرتی ہو۔ اگر کوئی تیسرا یہاں موجود ہوتا تو تمہارے اس انداز کو بناوٹ کبھی نہ سمجھتا۔"

سارہ بوکھلائی ہوئی نظروں سے اُسے گھورنے لگی۔

"ویسے اگر اب تم کسی پرانی بات کا بدلہ لینا چاہتی ہو تو بات دوسری ہے۔" میکی نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"تمہیں فریدی نے نہیں بھیجا۔"

"نہ جانے تم کس کا تذکرہ کر رہی ہو۔ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔"

"تب پھر میں تمہیں نہیں جانتی۔ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔"

"کیا....؟" میکی نے حیرت سی کہا۔ "میں خواب دیکھ رہا ہوں یا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم مجھے نہیں جانتیں۔ کیا خود ہی تم نے مجھے مدعو نہیں کیا تھا۔"

"ہرگز نہیں۔"

"اوہ! میں سمجھا بالکل سمجھ گیا۔ تم بہت کینہ پرور ہو۔ پچھلے سال ہم میں جو تھوڑی سی وقتی رنجش ہو گئی تھی تم اُس کا بدلہ اب میری توہین کر کے لینا چاہتی ہو۔"

"واہ.... اچھی رہی۔ میں نے آج سے پہلے تمہیں کبھی دیکھا تک نہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ ان نظروں سے کبھی نہ دیکھا ہو گا جن نظروں سے اس وقت دیکھ رہی ہو۔ آہ سارہ کیا تم وہ باتیں بھول گئیں جو ہم نے کھجوروں کے سائے میں کی تھیں.... اور وہ آموں کے سائے.... وہ لمحات جو ہم نے کٹھل کے سائے میں گذارے تھے۔ کیا سب کچھ بھول گئیں.... نہیں ہر گز نہیں۔"

"تم آخر ہو کیا بلا۔" سارہ جھنجھلا گئی۔

"آہ.... آج میں بلا ہو گیا۔ میں جو کبھی تمہارا ہیرو تھا۔"

سارہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر یہ فریدی کا بھیجا ہوا آدمی ہوتا تو اس قسم کی گفتگو کبھی نہ کرتا پھر آخر وہ ہے کون؟ اور اس دیدہ دلیری کا کیا مطلب۔ اس نے سوچا کہ فی الحال بات بڑھانے سے زیادہ بہتر یہ ہو گا کہ وہ اس کے متعلق فریدی کو فون کرے۔

"دیکھو! سارہ اب تم کوئی بُری بات سوچ رہی ہو میرے خلاف۔" میکی نے سنجیدگی سے کہا۔ "خیر میں چلا جاؤں گا لیکن آج نہیں۔ اس طرح میری توہین نہ کرو۔"

"اوہ.... ارے۔" سارہ ہنسنے لگی۔ "اب تو واقعی مجھے بھی اپنی اداکاری پر ناز کرنا چاہئے۔"

"دیکھو.... میں نہ کہتا تھا.... ہاہا۔" میکی نے بھی قہقہہ لگایا۔

❁

پستہ قد اور بھاری جسم والے آدمی نے ٹریفک کانسٹیبل کے چیخنے کے باوجود بھی سڑک پار کر لی۔ یہ ایک سفید فام غیر ملکی تھا۔ شاید اسی لئے کانسٹیبل نے محض احتجاجی انداز میں چیخنے پر اکتفا کی تھی۔ ورنہ اگر یہ حرکت کسی دیسی آدمی سے سرزد ہوئی ہوتی تو اُسے ماں بہن والا ہونے پر ضرور افسوس کرنا پڑتا۔ سنگ ہی کو سڑک کے اس طرف رک جانا پڑا۔ وہ بڑی دیر سے اس پستہ قد غیر ملکی کا تعاقب کر رہا تھا۔ جب ٹریفک کانسٹیبل نے ہاتھ اٹھا کر دوسری طرف کا ٹریفک روک دیا تو سڑک کے کنارے کھڑے ہوئے لوگ دوسری طرف جانے لگے۔

لیکن اب سنگ ہی اپنا شکار کھو چکا تھا۔ سڑک پار کرنے کے بعد اُس نے اسے ایک پتلی سی گلی

میں گھستے دیکھا تھا اور جتنی دیر اُسے سڑک کے کنارے رکنا پڑا تھا اتنی دیر میں تو وہ نہ جانے کہاں جا نکلا ہو گا۔

پھر بھی سنگ ہی نے ہمت نہ ہاری۔ وہ بھی اُسی گلی میں گھس گیا۔

شام ہو گئی تھی لیکن ابھی اندھیرا نہیں پھیلا تھا۔ سنگ ہی گلی پار کر کے دوسری سڑک پر آنکلا لیکن وہ پستہ قد غیر ملکی کہیں نہ دکھائی دیا۔

سنگ ہی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا ایک چھوٹے سے بار میں گھس گیا۔ کاؤنٹر پر اس نے بیئر کا ایک جگ طلب کیا اور کھڑے ہی کھڑے پینے لگا۔

وہ میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا پھر اس کی نظریں ایک موٹی سی ادھیڑ عمر دیسی عیسائی عورت پر جم گئیں۔ اُس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی وہ بیئر کا جگ ہاتھ میں لئے ہوئے آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھا۔

"آہا! ماسٹر سنگ۔" عورت اُسے دیکھ کر اچھل پڑی۔

سنگ ہی نے جواباً مسکرا کر اُسے آنکھ ماری۔ پھر وہ بھی کرسی کھینچ کر اُسی میز پر بیٹھ گیا۔

"کہاں! کہاں ڈھونڈا ہے تمہیں۔" وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔

"مت بیوقوف بناؤ۔"

"اس طرح ٹالو مت۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ آج کل تمہارا کاروبار امریکنوں سے ہے۔"

"کیسا کاروبار۔" عورت بگڑ کر بولی۔

"لڑکیوں کا۔"

"ایک شریف عورت کو الزام نہ دو۔"

"اس شریف مرد کا بھی خیال رکھو تو ایسا کیوں ہو۔"

"تم ہمیشہ بے تکی باتیں کرنے لگتے ہو۔"

"میں مرتے دم تک تم سے محبت کرتا رہوں گا۔" سنگ ہی نے مغموم لہجے میں کہا۔ عورت کچھ نہ بولی۔ وہ چند لمحے سنگ ہی کو گھورتی رہی پھر کہا۔ "تم چاہتے کیا ہو۔"

"آہ.... بہت کچھ.... بس ایک بار کہہ دو کہ مجھے بھی تم سے محبت ہے۔"

موٹی عورت نے بے ساختہ جھینپے کی ایکٹنگ شروع کر دی اور سنگ ہی یہ ظاہر کرنے لگا جیسے اس کی ہر ہر ادا پر اس کا مرڈر ہوا جا رہا ہو۔

"تم بڑے سور ہو۔" موٹی عورت نے آنکھیں جھپکا کر آہستہ سے کہا۔

"ذرا میں اپنے کام سے فرصت پالوں تو تمہیں بتاؤں کہ محبت کسے کہتے ہیں۔ چینیوں کے یہاں محبت کرنا بھی آرٹ ہے۔"

"مجھے آج تک یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ تم کام کیا کرتے ہو۔"

"کام سے میری مراد یہ ہے کہ مجھے ایک آدمی سے نپٹنا ہے۔"

"لڑائی جھگڑا۔"

"ہاں... وہ کم بخت فار موسا سے میری بھتیجی کو بھگا لایا ہے۔ ہم چینی اسے بہت بُرا سمجھتے ہیں۔"

"کون ہے؟ کیا وہ اسی شہر میں ہے؟" عورت نے پوچھا۔

"ہاں! لیکن افسوس میں یہ نہیں جانتا کہ اس کا قیام کہاں ہے وہ ایک امریکن ہے۔ چھوٹے سے قد کا بھاری بھر کم آدمی۔ داہنے گال پر ایک بڑا سا نیلگوں دھبہ ہے۔"

"اوہ....!" عورت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "اگر میں اس کا پتہ بتا دوں تو۔"

"میں تم پر اپنی جان قربان کر دوں۔"

"مگر اس کے ساتھ کوئی عورت نہیں وہ تنہا ہے۔"

"کہاں ہے وہ!" سنگ ہی نے غضب آلود لہجے میں کہا۔ "اُس نے اُسے کہیں اور چھپایا ہو گا.... وہ جانتا ہے کہ لڑکی کا چچا سنگ ہی یہیں موجود ہے۔"

"جس حلیئے کے امریکن کا تذکرہ تم نے کیا ہے وہ نیاگرا ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔"

"شکریہ! میں مرتے دم تک تمہاری محبت سے منہ نہ موڑوں گا۔"

"بس رہنے دو.... ہر جائی کہیں کے۔" موٹی عورت لچکنے کی کوشش میں تھلتھلا کر رہ گئی۔

"اچھا مری جان! کل اسی وقت یہیں ملیں گے۔" سنگ ہی نے کہا اور اُس کے موٹے اور بھدے ہاتھ کا بوسہ لے کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔

قریب کی میزوں پر چند اوباش قسم کے لوگوں نے قہقہے لگائے اور وہ جھینپ کر چھت کی طرف دیکھنے لگی۔

سنگ ہی جا چکا تھا۔ لوگ اب تک عورت پر آوازیں کس رہے تھے۔ اُسے وہاں بیٹھنا محال ہو گیا۔ وہ بھی اٹھی اور دروازے سے نکل ہی رہی تھی کہ ایک قد آور خوبصورت نوجوان نے اس کا راستہ روک لیا۔

"کیا ہے۔" عورت جھنجھلا کر بولی۔ "میں آپ کو نہیں جانتی۔"

"ٹھیک ہے۔" نوجوان مسکرایا۔ "میں تمہارا کوئی گاہک نہیں، سی آئی ڈی کا ایک آفیسر ہوں۔"

"کیا.... مم.... مطلب۔" عورت گھبرا کر دو چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"میرے ساتھ آؤ۔" فریدی نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

عورت چپ چاپ اُس کے پیچھے چلنے لگی۔

"بیٹھو۔" فریدی نے کیڈی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ عورت نے تعمیل کی۔ فریدی بھی اس کے برابر بیٹھ گیا اور کیڈی چل پڑی۔

"میں تمہارے کاروبار کے متعلق پوچھ گچھ نہ کروں گا۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

عورت کچھ نہ بولی۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار بدستور طاری رہے۔

"تم سنگ ہی کو کب سے جانتی ہو۔"

"دو سال سے۔"

"اس وقت اس سے کیا گفتگو ہوئی ہے۔"

"کچھ بھی نہیں! ادھر اُدھر کی۔"

"خیر نہ بتاؤ.... لیکن اگر آج کل میں کوئی غیر ملکی قتل کر دیا گیا تو میں تم سے ضرور جواب طلب کروں گا۔"

"جی....!" عورت کا منہ حیرت سے کھل گیا اور آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

"ہاں.... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"ہولی فادر۔" عورت خوفزدہ آواز میں چیخی۔ "کیا وہ اُسے مار ڈالے گا۔"

"یہ حرکت بھی اس کے لئے کچھ دشوار نہ ہو گی۔"

"میں نے دیدہ دانستہ اُسے کچھ نہیں بتایا۔" عورت جلدی سے بولی۔ "میں سمجھی تھی شاید وہ صرف اپنی بھتیجی کا مطالبہ کرے گا۔"

"بھتیجی کا مطالبہ....!" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں.... اس نے کہا تھا کہ وہ اس کی بھتیجی کو فارموسا سے بھگا لایا ہے۔"

"خوب! لیکن وہ ہے کون۔"

"ایک امریکن.... پستہ قد اور بھاری بھرکم.... داہنے گال پر نیلگوں دھبہ ہے۔"

"کیا تم نے اس کا پتہ بتادیا۔"

"جی ہاں.... میں یہ نہیں جانتی تھی کہ....!"

"وہ ہے کہاں؟"

"نیاگرا ہوٹل میں۔"

"اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ بالکل تنہا ہے۔ میں نے کوئی چینی لڑکی اس کے ساتھ نہیں دیکھی۔"

"کوئی مرد۔"

"نہیں میں نے اُسے ہمیشہ تنہا دیکھا ہے۔"

"اچھا.... اس ملاقات کا تذکرہ سنگ ہی سے نہ کرنا ورنہ نتیجے کی تم خود ذمہ دار ہوگی۔ میرا ایک آدمی ہر وقت تمہاری نگرانی کرے گا۔"

فریدی نے کیڈی روک دی اور وہ اُتر گئی۔

❁

نیاگرہ ہوٹل کی عمارت شہر سے باہر ایک پُر فضا مقام پر واقع تھی۔ یہ بہت ہی اونچے قسم کا ہوٹل تھا اور یہاں کم از کم متوسط طبقہ کے لوگوں کی رسائی قریب قریب ناممکن تھی۔ سنگ ہی کی ٹیکسی بڑی تیز رفتاری سے نیاگرا ہوٹل کی طرف جارہی تھی۔ عورت سے گفتگو کرنے کے بعد وہ سیدھا لوتھرکی کوٹھی گیا تھا اور وہاں اپنے انتظامات مکمل کر کے پھر شہر کی طرف واپس آ گیا تھا۔ یہاں اس نے نیاگرا ہوٹل کے لئے ٹیکسی لی۔

رات کے آٹھ بج چکے تھے اور نیاگرا ہوٹل کا ڈائننگ ہال بھرا ہوا تھا۔ شاید ہی کوئی میز خالی رہی ہو۔ جیسے ہی سنگ ہی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا ہیڈ ویٹر نے آگے بڑھ کر مودبانہ کہا۔

"جناب والا کے لئے لان پر انتظام کیا جا سکتا ہے۔"

"اوہ شکریہ.... ہیڈ.... مجھے صرف ایک صاحب کی تلاش ہے۔ میں ان کا نام بھول گیا.... وہ یہیں مقیم ہیں۔"

"نام بھول گئے.... تب تو مشکل ہے اور کوئی خدمت۔"

"لیکن میں حلیہ بتا سکتا ہوں۔ آج ہی ملاقات ہوئی تھی۔ امریکن ہیں۔ پستہ قد بھاری جسم داہنے گال پر نیلگوں دھبہ۔"

ہیڈ ویٹر بے اختیار مسکرا پڑا اور اس کی مسکراہٹ نے سنگ ہی کو الجھن میں ڈال دیا۔ وہ اس مسکراہٹ کا مطلب قطعی نہ سمجھ سکا۔ مگر اُس مسکراہٹ میں کوئی غیر معمولی بات ضرور تھی۔

"آپ شائد مسٹر ہارڈی کو پوچھ رہے ہیں۔" بالآخر ہیڈ ویٹر نے کہا۔

"ہارڈی! ہارڈی۔" سنگ ہی سر ہلا کر بولا۔ "بے شک وہی! اب نام یاد آ گیا۔"

"وہ تیسری منزل پر کمرہ نمبر چوراسی میں ہیں۔"

"شکریہ ہیڈ۔" سنگ ہی نے دس کا ایک نوٹ جیب سے نکال کر اسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب.... اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے کوئی بڑی خدمت انجام نہیں دی شکریہ۔" ہیڈ ویٹر دوسری طرف مڑ گیا۔

سنگ ہی نے ایک طویل سانس لے کر نوٹ کو پھر جیب میں ڈال لیا۔

لفٹ تیسری منزل کی راہداری میں رک گئی اور سنگ ہی باہر نکل کر چوراسی نمبر کے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کا داہنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا اور بائیں ہاتھ سے اس نے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ۔" اندر سے آواز آئی۔

سنگ ہی دروازے کو دھکا دے کر اندر گھسا لیکن اس کے قدم لڑکھڑا گئے اور داہنا ہاتھ جیب سے نکل کر نیچے کی طرف جھول گیا۔

سامنے فریدی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"سنگ....!" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ وہ میرے پہنچنے سے قبل ہی یہاں سے چلا گیا۔"

"کون! میں نہیں سمجھا۔"

فریدی نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "کیا تمہیں ہیڈ ویٹر نے نہیں بھیجا۔ میں نے ہی اُسے ہدایت کی تھی کہ اگر کوئی ہارڈی کو پوچھتا ہوا آئے تو اسے اس کمرہ میں بھیج دینا۔"

"میں کسی ہارڈی کو نہیں جانتا۔ مجھ سے تو یہ کہا گیا تھا کہ وہ کمرہ خالی ہے۔"

"خوب مگر تمہارا سامان کہاں ہے۔"

"فقیروں کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔" سنگ ہی نے درویشانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"خیر چھوڑو سنگ۔" فریدی ہاتھ ہلا کر بولا۔ "بیٹھ جاؤ.... ہم دوستانہ فضا میں تھوڑی سی گفتگو کریں گے۔"

"میں ہر طرح حاضر ہوں۔" سنگ ہی نے بڑے اطمینان سے ایک آرام کرسی میں دراز ہو کر کہا۔

"مجھے اُس لاش کے متعلق بتاؤ جو تمہیں انڈس کی زیارت گاہ میں ملی تھی۔"

"آہ کرنل! اگر اُس کے سڑنے کا احتمال نہ ہوتا تو میں ساری زندگی اُسے گلے لگائے رہتا۔ میں نے اُسے بھینچ بھینچ کر پیار کیا تھا۔ وہ لاش تو معلوم ہی نہ ہوتی تھی۔ بس ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ابھی سوئی ہے۔ پانچ سو سال بہت ہوتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے۔ اس نے بغیر آستینوں والا سیاہ اُون کا لباس پہن رکھا تھا اور پیروں میں ہرن کی کھال کے سینڈل تھے اور چاندی کے زیورات۔ ہائے وہ مجھے بہت یاد آتی ہے۔ میں نے آج تک ایسی معصومیت اور سپردگی کا انداز کسی زندہ لڑکی میں بھی نہیں دیکھا۔ کرنل مجھے وہ مرتے دم تک یاد رہے گی۔ کاش ہم اُسے برف سے نہ نکالتے اور کم از کم میں زندگی بھر وہیں بیٹھا اُسے دیکھتا رہتا۔"

"مگر سنگ ہی! مجھے داستان کے اس ٹکڑے سے بالکل دلچسپی نہیں۔"

ایک اور سازش

"ہائے کرنل! داستان کا یہی ٹکڑا تو میری زندگی کا حاصل ہے۔" سنگ ہی نے آہ بھر کر کہا۔

"یہ بالکل بکواس ہے۔" فریدی نے سگار سلگا کر کہا۔ "مثال کے طور پر اگر میں تم سے ہارڈی

یا جو کچھ بھی اس کا نام ہو اس کے متعلق دریافت کرنا شروع کر دوں تو تم بہت دیر بعد بتاؤ گے کہ وہ تمہاری کسی بھتیجی کو فارموسا سے بھگا لایا ہے۔ حالانکہ یہ سو فیصد جھوٹ ہو گا۔"

سنگ ہی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ لیکن پھر اس نے جلد ہی اپنی حالت پر قابو پا لیا۔

"میں کسی ہارڈی کو نہیں جانتا۔"

"زیادہ اڑنے کی کوشش نہ کرو۔"

"آپ کو یقین ہی نہیں آتا۔"

"مجھے تو اس پر بھی یقین نہیں کہ وہ لاش اتفاقاً دریافت ہوئی تھی۔"

"تب تو آپ کسی دن میرے وجود سے بھی انکار کر دیں گے۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔

"بے شک جس دن میرے ریوالور کا رخ تمہاری طرف پھر گیا۔"

"ارے! میرے لئے ریوالور۔ غریب سنگ ہی تو چٹکی سے مسلا جا سکتا ہے۔"

"خیر.....!" فریدی لاپروائی سے بولا۔ "ایک دن تم سب کچھ اگل دینے پر مجبور ہو گے۔"

"میں آپ کے سامنے ہر وقت مجبور ہوں اور اب اپنی زندگی سے ایسا تنگ آ گیا ہوں کہ کسی دن خودکشی کر لوں گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا اس پر یقین کر لے۔"

"یقین مانئے کرنل! میں بڑا ستم رسیدہ آدمی ہوں۔ ایک ایسا آدمی جسے ناکردہ گناہی پر جلاوطن کر دیا گیا۔ بیچارہ سنگ ہی جو ایک بھکشو تھا اور گاؤں گاؤں گھوم کر مہاتما بدھ کی تعلیمات کا پرچار کیا کرتا تھا۔"

"بہت خوب۔" فریدی مسکرایا۔

"بدنام اتنا ہوں کہ اپنی موجودہ ملازمت بھی نہیں ترک کر سکتا۔ مجھے کون رکھنا پسند کرے گا۔ لوتھر بڑا ظالم آدمی ہے۔ دن بھر میں دس پانچ ہنٹر جھاڑ دینا تو کوئی بات ہی نہیں، جو کچھ بھی وہ کہتا ہے مجھے کرنا پڑتا ہے۔ نہ جانے کس بات پر چند پُراسرار غیر ملکیوں سے دشمنی مول لے بیٹھا اور اب میری جان ہر وقت سولی پر لٹکتی رہتی ہے۔ انہوں نے اس کے تین آدمیوں کا صفایا بھی کر دیا ہے۔"

"لیکن دشمنی کی وجہ۔"

"غریب سنگ ہی کیا بتا سکتا ہے۔ وہ تو بس حکم کا غلام ہے۔ تاش کا ایک معمولی پتہ جسے لوتھر ایک دن کسی بڑی بازی میں جھونک کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دے گا۔"

"اچھا سنگ! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تم اب جا سکتے ہو۔" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

سنگ ہی کرسی سے اٹھ کر احتراماً جھکا اور اس طرح الٹے قدموں سے چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا کہ اس کی پشت فریدی کی طرف نہ ہو۔ فریدی اس کی اس حرکت کا استہزائیہ انداز بُری طرح محسوس کرنے کے باوجود بھی خاموش رہا۔

❁

"جی ہاں" میکی یا حمید لوتھر سے فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ "میرے دادا نے ایک بار ہوائی بندوق سے شیر کا شکار کیا تھا۔"

لوتھر ہنسنے لگا اور سارہ نے بھی قہقہہ لگایا۔ سنگ ہی اس وقت موجود نہیں تھا اس لئے دونوں دل کھول کر قہقہے لگا رہے تھے اور حمید نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی کہ لوتھر سنگ ہی کی موجودگی میں کچھ بدحواس سا رہتا ہے اس کا ذہن کہیں اور ہوتا ہے اور جسم کہیں اور۔ بالکل خالی الذہنی کا سا انداز۔

"شاید آپ غلط سمجھے ہیں۔" حمید نے لوتھر سے کہا۔ "بظاہر یہ بات انہونی ہے مگر ناممکن بھی نہیں۔ اب یونہی سمجھ لیجئے کہ اگر پریس اور وائرلیس کے وسائل نہ ہوتے تو آپ کے جنوبی امریکہ والے کارنامے پر کسے یقین آتا۔ میرے خدا پانچ سو سال پرانی لاش اور بہتر حالت! یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔"

"برف میں ہزاروں سال تک لاشیں محفوظ رہ سکتی ہیں۔" لوتھر نے کہا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے یقین نہیں ہے۔ ساری دنیا کا پریس تو جھوٹ بولنے سے رہا اور پھر میری نظروں میں ایک دوسرا پُر اسرار واقعہ ہے، جو غالباً اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہو۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" لوتھر کے کان کھڑے ہو گئے۔

"آپ کے تین کوہ پیماؤں کی پُر اسرار موتیں.... نیلی لکیریں۔" حمید نے کہا اور سارہ کو وہاں سے کھسک جانے کا اشارہ کر کے پھر لوتھر کی طرف دیکھنے لگا۔

"حالات پُر اسرار ضرور ہیں۔" لوتھر نے کہا۔ "لیکن میں نہیں جانتا ہوں کہ نیلی لکیر والا

حربہ جنوبی امریکہ ہی کی چیز ہے! وہاں کے بعض غیر مہذب اور قدیم باشندے اب بھی اس کا استعمال کرتے ہیں۔"

"میکی کیا تم بھی بور کرو گے" سارہ جھنجھلا کر بولی۔ "میں تنگ آگئی ہوں ان تذکروں سے۔"

"مجھے تو ایسے معاملات سے بڑی دلچسپی ہے۔" حمید نے کہا۔

"تو جہنم میں جاؤ۔" سارہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور بظاہر غصے میں بھری ہوئی باہر نکل گئی۔

حمید ہنسنے لگا۔ لوتھر بھی جواباً مسکرایا۔ لیکن محض ہونٹوں کے پھیلاؤ کو تو مسکراہٹ کہہ نہیں سکتے۔ لوتھر کچھ سراسیمہ سا نظر آنے لگا تھا۔

"تم کیسے جانتے ہو۔" اُس نے حمید کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ مجھے زہروں اور اُن کے استعمال کے طریقوں سے بڑی دلچسپی ہے۔ اس سلسلے میں میں نے لاتعداد کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے ان لکیروں کے متعلق بھی کہیں پڑھا تھا۔ دیکھئے مجھے اُس قبیلے کا نام نہیں یاد آرہا ہے جس کے افراد اب بھی اس طریقے کو استعمال میں لاتے ہیں۔ شائد بوریاں.... نہیں بورسین.... کچھ اسی قسم کا نام ہے اس قبیلے کا.... اوہ ٹھیک یاد آگیا.... گورگین قبیلہ۔"

"تمہاری معلومات بہت وسیع معلوم ہوتی ہیں۔" لوتھر نے کہا۔

"بس پڑھنے کا شوق ہے مجھے۔"

لوتھر کچھ نہ بولا۔ وہ خلاء میں گھور رہا تھا اور اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہاں کے قدیم باشندے آپ کے اس فعل پر ناراض ہو گئے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"کیا....!" لوتھر چونک پڑا۔ اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"کچھ نہیں۔" حمید نے کہا۔ "میرے ذہن میں سیکس رو ہمر کا ایک ناول تھا۔ آپ نے فومانچو کی خالا تو پڑھا ہی ہوگا۔"

"نہیں میں نے نہیں پڑھا۔"

"اچھا ہی ہوا نہیں پڑھا ورنہ آپ بہت بور ہوتے۔ اس سے بڑا بور مصنف آج تک میری

نظروں سے گذرا ہی نہیں۔ اگر آپ کو مزید بور ہونے کی خواہش ہو تو اس کا ناول مقدس جوتا ضرور پڑھیے۔ مجھے تو ناول نویس کی بجائے کسی مویشی خانے کا منشی معلوم ہوتا ہے۔"

لوتھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک انہوں نے ایک تیز قسم کی چیخ سنی اور یہ چیخ سارہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

دونوں بوکھلا کر اٹھے۔ چند نوکر پائیں باغ کی طرف بھاگ رہے تھے۔

"جناب اُدھر۔" ایک نوکر بے تحاشہ چیختا ہوا بائیں بازو کے ویران کمروں کی طرف بھاگ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں کافی افراتفری مچ گئی۔

لیکن سارہ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

"میں نے دیکھا تھا۔" ایک نوکر ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "وہ تین تھے۔ یہاں اندھیرا تھا.... مس صاب.... برآمدے میں تھیں۔"

"ارے تو وہ کہاں گئی۔" لوتھر اُسے جھنجھوڑ کر بولا۔

"وہ لے گئے۔"

"اوہ کم بخت اور تم منہ دیکھتے رہے۔"

"میں کچھ سمجھا ہی نہیں صاحب۔"

وہ نوکر جو بائیں بازو کی طرف دوڑا تھا واپس آیا۔

"غائب! سب غائب۔ وہاں کوئی بھی نہیں۔" نوکر نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"کیا بک رہا ہے۔" لوتھر حلق پھاڑ کر چیخا۔

"صاحب وہ ادھر ہی گئے تھے۔"

حمید وغیرہ بائیں بازو والے کمروں کی طرف دوڑے۔ مگر وہاں بھی سناٹا تھا۔

حمید نے قد آدم جھاڑیوں کا گوشہ گوشہ دیکھ ڈالا۔ مگر سارہ کہیں نہ ملی اور نہ یہی معلوم ہوا تھا کہ ادھر کوئی آیا ہے۔

آخر حمید کو چہار دیواری کا ٹوٹا ہوا حصہ دکھائی دیا، جو قد آدم جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ اس میں سے ہو کر باہر نکلا۔ لوتھر بھی اس کے ساتھ تھا۔

ادھر ایک ناہموار سا میدان تھا۔ یہاں ایک جگہ کیچڑ میں کسی کار کے پہیوں کے تازہ نشانات

نے ان پر حقیقت واضح کر دی۔

لوتھر بے تحاشا اپنا سر پیٹ پیٹ کر سنگ ہی کو گالیاں دے رہا تھا۔

"اس کا سمیں کیا قصور ہے۔" حمید نے حیرت سے پوچھا۔ "وہ بیچارا تو موجود بھی نہیں تھا۔"

"ارے وہ۔" لوتھر ہوا میں مکا لہرا کر بولا۔ "میں اس حرامزادے کی ہڈیاں چباؤں گا۔"

"بہتر یہ ہے کہ آپ پولیس کو فون کیجئے۔" حمید نے رائے دی۔

❁

لوتھر کوٹھی میں واپس چلا گیا تھا۔ اُسے چکر پر چکر آ رہے تھے۔ وہیں کئی بار گرتے گرتے بچا تھا۔ اس لئے حمید نے اسے کوٹھی میں بھیج دیا تھا اور کار کے پہیوں کے نشانات کو دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جہاں کیچڑ نہیں تھا وہاں کچلی ہوئی گھاس رہنمائی کر رہی تھی لیکن اس قسم کے نشانات صرف وہیں تک ملے جہاں تک کار سڑک پر نہیں چڑھی۔ پھر اُس کے بعد محض کار کا رخ ہی معلوم ہو سکا۔ حمید کافی دیر تک سڑک پر کھڑا ادھر اُدھر دیکھتا رہا پھر وہ بھی کوٹھی میں واپس آ گیا۔ یہاں لوتھر کی عجیب حالت تھی۔ کبھی وہ غصہ میں دہاڑتا تھا اور کبھی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا تھا۔

"کیا پولیس کو اطلاع دی گئی۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں....!" لوتھر گھٹی ہوئی آواز میں بولا۔

"تو میں فون کرنے جا رہا ہوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" لوتھر جلدی سے بولا۔

"کیا....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "آپ پولیس کو اطلاع نہیں دیں گے۔"

لوتھر کچھ نہ بولا۔ اب وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ حمید نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔

"نہیں۔" لوتھر جھنجھلا کر بولا۔ "اپنے معاملات خود طے کر سکتا ہوں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" حمید نے کہا۔ "اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ آپ ان لوگوں سے واقف ہیں جنہوں نے یہ حرکت کی ہے۔"

"تم خاموشی سے اپنا کام کرو۔ تمہیں ان معاملات سے سروکار نہ ہونا چاہئے۔" لوتھر نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں ہرگز خاموش نہیں رہ سکتا۔ سارہ میری دوست ہے۔"

"میری بیٹی ہے۔" لوتھر گرج کر بولا۔

"اس کے باوجود بھی آپ....!"

"خاموش رہو۔"

حمید خاموش ہو گیا۔

اتنے میں سنگ ہی بوکھلایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"یہ نوکر کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے آتے ہی لوتھر سے سوال کیا۔

"تم....!" لوتھر غرا کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے سنگ ہی کو غضب آلود نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ دونوں حمید کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔

"کم بخت! حرامزادے۔" لوتھر نے دوسرے کمرے میں پہنچتے ہی سنگ ہی کی گردن دبوچ لی۔

سنگ ہی اس کی گرفت سے نکل کر دور جا کھڑا ہوا اور جیب سے ریوالور نکال کر اُس کا رخ لوتھر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے حرامزادہ بلاشبہ کہہ سکتے ہو لیکن میں کم بخت کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ کم بخت ہوتا تو میرے دشمن خوفزدہ چوہوں کی طرح دم نہ دباتے پھرتے۔"

"سارہ کہاں ہے۔" لوتھر حلق پھاڑ کر چیخا۔

"اوہ.... تو تم یہ سمجھ رہے ہو۔" سنگ ہی نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔"

"تم جھوٹے ہو۔"

"لیکن اس وقت سچ بول رہا ہوں۔ لوتھر بچے نہ بنو۔ اس میں انہیں سفید سوروں کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ وہی اُسے لے گئے ہیں اور شائد اب تمہیں اس طرح دھمکائیں گے، جہاں تک سارہ کی زندگی کا سوال ہے، وہ محفوظ رہے گی۔"

لوتھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"بہتر یہی ہو گا کہ اس مسئلے میں فی الحال اپنی زبان بند رکھو۔" سنگ ہی نے کہا۔

"نوکروں کو سمجھانے کی کوشش کرو کہ سارہ نے مذاق کیا ہے۔"

"مگر وہ سور کا بچہ میکی۔" لوتھر اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ "وہ کہتا ہے کہ حالات پُر اسرار ہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ پولیس کو ضرور اطلاع دی جائے۔"

سنگ ہی نے ایک طویل سانس لے کر ریوالور جیب میں ڈال لیا اور لوتھر کو بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا خود بھی بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"تب تو معاملہ بہت آسان ہو گیا ہے۔" اُس نے کہا۔ "میں آج رات کو اس کا صفایا کر دوں۔"

"کیا.... نہیں نہیں۔" لوتھر کانپ گیا۔

"بکواس ہے۔" سنگ ہی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اگر اُسے زندہ رکھا گیا تو ہمیں ایک نئی الجھن میں مبتلا ہونا پڑے گا۔"

"تم بہت بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"پتہ نہیں تم اُسے اتنی اہمیت کیوں دیتے ہو۔" سنگ ہی نے کہا۔ "میرے لئے قتل کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے میں نے کوئی وزنی بنڈل ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیا اور اس کے بعد میں اس طرح تفریح میں مشغول ہو جاتا ہوں جیسے دن بھر کی تھکن دور کر رہا ہوں اور دوسرے دن مجھے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کل میں نے کسی کو قتل کیا تھا۔"

"نہیں سنگ نہیں۔ میں یہ اپنے گھر میں نہیں ہونے دوں گا۔"

"حالانکہ اُس دن انہیں لوگوں کا ایک ساتھی یہیں اسی گھر میں مارا گیا تھا۔"

"مجھے اس کے متعلق بھی بعد کو معلوم ہوا تھا۔"

"کیا تم نے بہت دیر سے شراب نہیں پی۔" سنگ ہی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

پھر اُس نے اٹھ کر الماری سے شیمپین کی بوتل اور دو گلاس نکالے۔ انہیں میز پر رکھتا ہوا بولا۔

"جب تم پر نامردی کا حملہ ہو تو ایک بڑا پگ ضرور لے لیا کرو۔"

لوتھر کچھ نہ بولا۔ اس نے ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر دیا۔

"اُس سے کیا باتیں ہوئی تھیں۔" سنگ ہی نے پوچھا۔

لوتھر نے مختصر الفاظ میں سب کچھ دہرا لیا۔ اُس گفتگو کا بھی تذکرہ کیا جو پانچ سو سال پرانی لاش کے متعلق ہوئی تھی۔

"ہوں اچھا....!" سنگ ہی نے اپنے لئے دوسرے گلاس میں سائفن سے سوڈا ملاتے ہوئے کہا۔ "میری اسکیم یہ ہے آج رات کو میں اُس کا خاتمہ کردوں اور تم صبح رپورٹ لکھادو کہ وہ اور تمہاری لڑکی کہیں فرار ہوگئے ہیں اور دس ہزار روپیہ بھی غائب ہے۔"

"کیا بکواس ہے.... میں اپنی لڑکی کے لئے یہ لکھاؤں گا۔"

"کیا ہرج ہے۔ اصل معاملے کی پردہ پوشی بھی ہو جائے گی اور نوکروں کو میں ٹھیک کرلوں گا۔"

"نہیں.... میں یہ نہ کرسکوں گا۔"

"لیکن اُس لونڈے کو تو راستے سے ہٹانا ہی پڑے گا۔"

"میرے گھر میں نہیں۔"

"کیا آج تک ایسا بھی ہوا ہے کہ سنگ ہی کا سوچا ہوا پورا نہ ہو۔" سنگ ہی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

قفل میں موت

فریدی نے کیڈی سڑک کے کنارے کھڑی کردی۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ اُس نے ادھر اُدھر نظر ڈالی۔ خال خال دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے فریدی کے ذہن میں ایک سے زیادہ مسائل ہوں۔

وہ ایک دوا فروش کی دوکان میں گھسا۔ فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو....!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "کون.... آر.... ہاں.... میں بول رہا ہوں۔ اے۔ کے۔ ایف.... کیا خبر ہے۔"

"نگرانی ہو رہی ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "لیکن ایک نیا واقعہ کچھ نامعلوم آدمی.... اس عمارت سے ایک لڑکی کو زبردستی اٹھالے گئے۔ سارجنٹ ونود نے اُن کا تعاقب کیا۔ وہ لوگ اس لڑکی کو ریکس اسٹریٹ کے برکلے ہاؤز میں لے گئے ہیں۔ ونود وہیں موجود ہے۔"

"بہت اچھے! تم لوگ بہترین کام کررہے ہو۔ میں بہت خوش ہوں۔ ونود کو وہیں رہنا

چاہئے۔"

فریدی نے ریسیور رکھ کر کال کے پیسے ادا کئے اور باہر نکل آیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب حمید کو لوتھر کی کوٹھی سے بلا لینا چاہئے۔ لیکن لڑکی اٹھانے والے کون ہو سکتے ہیں؟ کیا سنگ ہی کی کوئی سازش؟ پھر اچانک اُسے ان غیر ملکیوں کا خیال آ گیا۔ کہیں یہ ان کی حرکت تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تب تو ان کی قیام گاہ کا پتہ چل گیا۔ برکلے باؤز.... اس نے کیڈی اسٹارٹ کی اور اسے ریکسن اسٹریٹ کے راستے پر ڈال دیا۔

❁

حمید کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ فریدی نے اُس کے یہاں آنے کے بعد سے کوٹھی کی نگرانی شروع کرا دی ہے۔

حمید کو لوتھر کے رویے نے الجھن میں ڈال دیا تھا، جیسے ہی وہ سنگ ہی کو ساتھ لے کر کمرے سے نکلا۔ حمید کی الجھن اور بڑھ گئی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ دونوں سر جوڑ کر اسی کے متعلق کوئی مشورہ کریں گے۔

حمید ایک طرح سے اُن کے ایک راز میں شریک ہو گیا تھا۔ جسے وہ کسی قیمت پر بھی برداشت نہ کر سکتے اور اسے اس کا علم بھی تھا کہ سنگ ہی کتنا خطرناک آدمی ہے۔ اُسے ایک رات اس کا تجربہ بھی ہو چکا تھا۔ اس نے کتنی صفائی اور کتنے اطمینان سے سر راہ ایک آدمی کو قتل کر کے اس کی لاش غائب کر دی تھی۔

بہر حال حمید اب خود کو خطرے میں محسوس کر رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اس کی یہ رات کم از کم لوتھر کی چھت کے نیچے بخیر و عافیت گذرنی محال ہے۔ اس لئے اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ ساری رات جاگتا رہے گا۔

وہ اُسی کمرے میں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد سنگ ہی اور لوتھر بلند آواز میں گفتگو کرتے ہوئے پھر اُسی کمرے میں واپس آئے۔

"اوہ! تم سوئے نہیں ابھی تک۔" لوتھر نے حمید سے کہا۔

"واقعی! آپ پُر اسرار باپ ہیں۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں سارہ کو کوئی جنگلی مرغی نہیں سمجھتا کہ اُسے اس طرح شکار ہو جانے دوں۔"

"کوئی سمجھدار آدمی اسے برداشت نہیں کر سکتا۔" سنگ ہی بولا۔ "میکی صاحب! آپ ہی انہیں سمجھایئے کہ پولیس کو اس کی اطلاع دینی ضروری ہے۔"

"میں پہلے ہی سمجھا چکا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"میرا فیصلہ اٹل ہے۔" لوتھر بولا۔ "میرے چند اصول ہیں انہیں پر کاربند ہوں۔"

"لیکن میں اسے بے اصولا پن سمجھتا ہوں۔" حمید نے کہا۔ "آخر آپ پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دینا چاہتے۔"

"ضروری نہیں کہ اپنے نجی معاملات دوسروں کے سامنے لاؤں۔ تم جا کر آرام کرو۔"

"مسٹر لوتھر مجھے افسوس ہے۔" سنگ ہی مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "آپ کو سمجھانا مشکل کام ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" لوتھر نے اُسے ڈانٹا اور وہ سہم کر چپ ہو گیا۔

حمید کو سنگ ہی کی ایکٹنگ تو حقیقت معلوم ہوئی لیکن لوتھر کے ڈانٹنے کے انداز کی بناوٹ نہ چھپ سکی۔

"میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں اسی وقت یہاں سے چلا جاؤں۔" حمید نے کہا اور رک کر کنکھیوں سے سنگ ہی کے چہرے پر نظر ڈالی جس پر کسی قسم کے جذباتی تغیر کے آثار نہیں تھے۔ پھر اس نے جملہ پورا کر دیا۔ "لیکن جب تک سارہ واپس نہ آجائے مجھے یہیں رہنا پڑے گا۔"

"رہنے کو میں منع نہیں کرتا.... تم میرے مہمان ہو.... لیکن....!"

"ٹھہریئے۔" سنگ ہی نے لوتھر کی بات کاٹ دی۔ "میرا خیال ہے کہ میکی صاحب چلے ہی جائیں تو بہتر ہے۔"

"کیوں....!" حمید نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"کچھ بدمعاش ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔" سنگ ہی نے کہا۔

"میں کہتا ہوں پولیس....!"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" سنگ ہی نے حمید کی بات کاٹ کر کہا۔ "لیکن ذرا سوچئے تو اس میں کتنی بدنامی ہے۔ یہ بات اب میری سمجھ میں آئی ہے کہ کیپٹن لوتھر کا بڑا نام ہے اس کی لڑکی کو لوگ اس کی آنکھوں کے سامنے اٹھا لے جائیں.... ارے توبہ.... توبہ۔"

سنگ ہی اپنا منہ پیٹنے لگا۔

"چپ رہو! حرامزادے۔" لوتھر حلق پھاڑ کر چیخا۔

"حرامزادہ بالکل ٹھیک کہتا ہے۔" سنگ ہی نے بُرا مانے بغیر معمولی لہجے میں کہا۔ "مسٹر میکی! تم خود سوچو! معاملہ پولیس کے سامنے ہو۔ اخبارات میں موٹی موٹی سرخیاں جمائی گئیں۔ کیا اس سے کیپٹن لوتھر کی ساری شہرت خاک میں نہ مل جائے گی۔"

حمید سنگ ہی کی چالاکی پر عش عش کرنے لگا۔ یہی بہانہ لوتھر بھی کر سکتا تھا۔ لیکن اُسے وقت پر نہیں سوجھی۔

"لیکن وہ لوگ کون ہیں۔" حمید نے کہا۔

"یہ ایک لمبا قصہ ہے۔" سنگ ہی بولا۔ "چند پُر اسرار آدمی جو کافی عرصہ سے بھاری رقم کا مطالبہ کر رہے تھے اور انہوں نے یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر پولیس کو اس کی اطلاع دی گئی تو وہ یا تو کیپٹن کا خون کر دیں گے یا کوئی ایسا نقصان پہنچائیں گے جس کا ازالہ ہی نہ ہو سکے گا۔"

"تو وہی لوگ سارہ کو لے گئے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے۔"

حمید نے لوتھر کی طرف دیکھا، جو سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے موضوع گفتگو سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ جیسے وہ کچھ اور سوچ رہا ہو۔ سنگ ہی کی بکواس اس کے کانوں تک پہنچی ہی نہ ہو۔

❁

فریدی کی کیڈی ریکسن اسٹریٹ میں رک گئی۔ یہاں بالکل سناٹا تھا لیکن اندھیرا نہیں تھا۔ چونکہ یہاں متمول لوگ رہتے تھے اس لئے روشنی کا دار و مدار آسمانی قندیلوں پر نہیں تھا۔

اس نے تین بار کیڈی کی ہیڈ لائیٹس کو جلایا اور بجھایا۔ شائد یہ کسی قسم کا اشارہ تھا کیونکہ اس کے بعد ہی ایک آدمی کیڈی کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

"ونود....!" فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

"جی ہاں! میں ہی ہوں۔"

"کیا خبر ہے؟"

"برکلے ہاؤز.... اُس کے بعد سے میں یہیں ہوں۔ نہ کوئی اندر گیا اور نہ کوئی باہر آیا۔"

"تم نے اُن آدمیوں کو دیکھا۔"

"جی ہاں! وہ تین تھے۔"

"کیا ان میں پست قد موٹا بھی تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ ایک آدمی ایسا بھی تھا۔"

"ٹھیک۔" فریدی اپنی ٹھوڑی کھجاتا ہوا بولا۔ "یہ لوگ وہی معلوم ہوتے ہیں جن کی ہمیں تلاش ہے۔ اچھا تم یہیں ٹھہرو۔ کیڈی کا بھی خیال رکھنا۔"

فریدی کیڈی سے اتر آیا۔

پھر وہ تھوڑی دور پیدل چلنے کے بعد ایک عمارت کے سامنے رک گیا۔ یہی برکلے ہاؤز تھا۔ اس کی بعض کھڑکیوں میں گہری نیلی روشنی نظر آرہی تھی۔

اچانک برآمدے کا ایک دروازہ کھلا اور فریدی اندھیرے میں سرک گیا۔ کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی، جو لحظہ بہ لحظہ دور ہوتی گئی۔

تھوڑی دیر بعد کمپاؤنڈ سے ایک کار نکلی اور سڑک پر رک گئی۔ فریدی کمپاؤنڈ کی دیوار سے چپکا رہا۔ ایک آدمی اگلی سیٹ پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ اس کا چہرہ اندھیرے میں تھا۔

پھر کمپاؤنڈ کے اندر سے کئی قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور تین آدمی باہر آئے۔ اُن میں ایک بوڑھا تھا جسے دو آدمی پکڑ کر کار کی طرف لے جارہے تھے۔ بوڑھے آدمی کے چہرے پر بھورے رنگ کی ڈاڑھی تھی اور وہ بھی کوئی سفید فام ہی معلوم ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اُس میں خود سے ایک قدم بھی چلنے کی سکت نہ ہو۔ پکڑ کر چلنے والوں میں سے ایک پست قد اور بھاری جسم والا آدمی تھا۔

فریدی نے انہیں حیرت سے دیکھا۔

انہوں نے بیمار بوڑھے کو پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا اور خود بھی بیٹھ گئے۔ کار چل پڑی فریدی تقریباً دوڑتا ہوا اپنی کیڈی تک آیا۔ اس کے پیروں میں کریپ سول جوتے تھے۔ ورنہ قدموں کی آواز سناٹے میں دور دور تک پھیلتی۔

اگلی کار مڑنے نہیں پائی تھی کہ اُس نے کیڈی اسٹارٹ کردی۔

زیادہ تر سڑکیں قریب قریب ویران ہو چکی تھیں۔ صرف بڑی سڑکوں پر خال خال ایک آدھ کار یا رات کو چلنے والے ٹرک نظر آ جاتے تھے اور یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اگلی کار بڑی ہی سڑکوں پر مڑ رہی تھی ورنہ شائد تعاقب کامیاب نہ ہوتا۔

دو بج گئے تھے اور حمید ابھی تک جاگ رہا تھا۔ اُس نے کمرہ اندر سے مقفل کر کے پنکھا کھول دیا تھا۔ لیکن روشنی تو اُسے بہر حال گل کرنی ہی پڑی تھی۔ اُس کی جیب میں ٹارچ اور ریوالور موجود تھے اور وہ ہر طرح کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

اچانک اُسے ایک عجیب طرح کی بو کا احساس ہوا اور ساتھ ہی ناک اور حلق میں جلن سی ہونے لگی۔ بے ساختہ اس نے ٹارچ روشنی کر لی۔ دروازے میں کنجی کے سوراخ سے سفید رنگ کے دھوئیں کی پتلی سی لکیر نکل کر خلاء میں بل کھا رہی تھی۔

حمید نے اچھل کر سوراخ پر انگلی رکھ دی۔ ٹارچ اُس نے بجھا دی تھی۔

بڑی دیر سے اسی قسم کے خطرات کے متعلق سوچتے رہنے کے باوجود بھی وہ بوکھلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے مقفل کر لیا تھا اور کنجی ہی کے سوراخ سے کوئی مہلک گیس کمرے میں داخل ہو رہی تھی اگر وہ ربر کی پتلی سی نلکی کے ذریعہ داخل کی جا رہی تھی تو سوراخ میں کنجی کا لگنا ناممکن اور پھر ہو سکتا ہے۔ دشمن دروازے ہی پر موجود ہو اور اپنی اسکیم کو ناکام ہوتا دیکھ کر کوئی دوسرا حربہ استعمال کر بیٹھے۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے، جتنی گیس اندر داخل ہو چکی تھی اُسی نے کمرے کی فضا مکدر کر دی تھی اور حمید کو سانس لینے میں کچھ دشواری محسوس ہو رہی تھی جیسے وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو۔

اس نے جیب سے کنجی نکال کر سوراخ میں لگانی چاہی لیکن اس کا پہلا ہی خیال درست نکلا۔ سوراخ میں کوئی چیز اڑی ہوئی تھی۔ کنجی نکال کر اُس نے پھر سوراخ پر انگلی رکھ دی۔

ایک بار پھر اس کا دم گھٹنے لگا۔ پتہ نہیں یہ گیس کا اثر تھا یا اس کی گھبراہٹ کا نتیجہ۔ ذرا ہی سی دیر میں اُسے وہ کمرہ کوئی مقبرہ معلوم ہونے لگا۔

پھر اسی گھبراہٹ کے دوران میں اُسے یاد آیا کہ ٹھیک دروازے کے اوپر ایک روشندان بھی

ہے، لیکن.... کیا وہ اس میں سے نکل سکتا تھا۔ ناممکن.... وہ ہرگز اتنا کشادہ نہیں تھا۔ دوسری طرف کی کھڑکی میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔

حمید بدستور سوراخ پر انگلی رکھے سوچتا رہا۔ اس کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ دروازے پر تھا اور دوسرے سے اس نے ریوالور سنبھال رکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ دشمن تھوڑی دیر بعد اپنی اس حرکت کا نتیجہ معلوم کرنے کے لئے ضرور آئے گا۔

حمید کا خیال درست نکلا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے راہداری میں ہلکی سی آواز سنی۔ غالباً کوئی دبے پاؤں اسی طرف آرہا تھا۔ قدموں کی آوازیں ٹھیک دروازے کے سامنے رک گئیں اور پھر وہی اکتا دینے والا سناٹا طاری ہو گیا۔

لیکن ذرا ہی دیر بعد دوسرے قسم کی آوازیں شروع ہو گئیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی دروازے کے تالے کے اسکریو نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حمید نے سوراخ پر سے انگلی ہٹالی۔ وہ ٹارچ روشن کرنے کی ہمت تو نہ کر سکا لیکن اندازہ یہی لگایا کہ اب اُس سوراخ سے گیس نہیں خارج ہو رہی ہے۔

تالے کے اسکریو بہت احتیاط اور آہستگی کے ساتھ نکالے جا رہے تھے۔

تالا چونکہ اندر سے بند تھا اس لئے باہر سے دروازہ کھولنے کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں تھا کہ اسکریو نکال کر وہ تالا ہی دروازے سے الگ کر دیا جائے۔

ہر دوسرا لمحہ سنسنی خیز تھا۔

اچانک دونوں پٹ آہستگی سے کھلے حمید ایک طرف ہو گیا۔ کوئی آدمی اندر داخل ہوا اور اُس نے اطمینان سے سوئچ آن کیا۔ جیسے اُسے اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین ہو۔

کمرے میں روشنی ہو گئی۔ آنے والا سنگ ہی تھا۔ وہ حمید کا پلنگ خالی دیکھ کر بے تحاشہ دروازے کی طرف مڑا۔

حمید کے ریوالور کی نال اس کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ لیکن کیا یہ وہی سنگ ہی تھا.... ہرگز نہیں اس وقت اس کا چہرہ انتہائی خوفناک نظر آرہا تھا اور وہ اس طرح حمید کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جیسے کوئی سانپ اپنے شکار کو اپنی آنکھوں سے مسحور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

پھر اچانک حمید نے اپنے جسم پر ایک دوسرے جسم کا بوجھ محسوس کیا۔ اُسے کچھ پتہ ہی نہ چل

سکا کہ کب سنگ ہی نے چھلانگ لگائی اور کب ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سنگ ہی جونک کی طرح اس سے لپٹ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پیر حمید کے گرد اس طرح سے جکڑ گئے تھے کہ اُسے جنبش کرنا بھی محال ہو رہا تھا اور ہر لمحہ اس کی گرفت سخت سے سخت ہوتی جا رہی تھی۔

حمید زمین پر چت پڑا تھا اور سنگ ہی اس کے اوپر تھا۔ حمید نے اس کی پیٹھ پر گھونسے مارنے شروع کر دیئے۔ سنگ ہی نے اپنا بایاں ہاتھ اس کی پیٹھ کے نیچے سے نکال کر گردن پر رکھ دیا اور پھر حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اب کبھی زمین سے نہ اٹھ سکے گا۔ سنگ ہی اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔

اچانک بدحواسی میں حمید کی دو انگلیاں سنگ ہی کی ناک کے دونوں نتھنوں میں جا گھسیں اور اس نے اپنے ہاتھ کو جھٹکے کے ساتھ اوپر اٹھا دیا۔

اُس کے ناخن سنگ ہی کی ناک کی اندرونی ہڈی سے ٹکرائے اور سنگ ہی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ حمید نے اب اُس کی ناک پر ایک مکا رسید کر دیا۔ سنگ ہی کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔

دوسرے لمحے میں حمید اس کے نیچے سے نکل چکا تھا۔ سنگ ہی پھر جھپٹا۔ حمید ایک ہی جست میں دروازے کے باہر تھا۔ جیسے ہی حمید کمپاؤنڈ میں پہنچا سنگ ہی نے "چور.... چور" کا شور مچا دیا۔ پھاٹک بند تھا۔ حمید ایک بار پھر الجھن میں پڑ گیا۔ سنگ ہی برابر "چور.... چور" نعرہ لگائے جا رہا تھا۔ نوکر بھی جاگ پڑے اور کمپاؤنڈ کا پھاٹک باہر سے پیٹا جانے لگا۔

اور پھر حمید کی برداشت نے اس بوکھلاہٹ کے عالم میں بھی اس کا ساتھ دیا۔ اُسے کمپاؤنڈ کی دیوار کا وہ ٹوٹا ہوا حصہ یاد آیا جو بائیں بازو والے کمروں کے سامنے تھا۔ وہ قد آدم جھاڑیوں میں گھستا چلا گیا.... کمپاؤنڈ کا پھاٹک کھولا جا چکا تھا۔ پانچ چھ آدمی باہر سے کمپاؤنڈ میں گھسے۔ شائد یہ وہی سرکاری آدمی تھے، جو کوٹھی کی نگرانی کر رہے تھے۔

پُر اسرار بوڑھا

دوسری صبح حمید اپنی گردن میں مالش کرا رہا تھا اور فریدی؟ وہ تو پچھلی ہی رات سے گھر سے غائب تھا۔ حمید کی گردن کی رگوں میں تناؤ تھا اور ذہن میں سنگ ہی کا منحوس چہرہ۔ وہ اندر ہی اندر کھول رہا تھا اور اس نے تہیہ کر لیا تھا۔ ابکی موقعہ ملنے پر بیدریغ آدھی چھٹانک پگھلا ہوا سیسہ سنگ

ہی کی کھوپڑی میں اتار دے گا۔

اس کی طبیعت اتنی بیزار ہو چکی تھی کہ نہ تو اُس نے پالتو چوہیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور نہ بکرے ہی کی پرواہ کی.... دوسرے لفظوں میں وہ حد سے زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

بار بار یہ سوال اُس کے ذہن میں سر اٹھاتا تھا کہ آیا سنگ ہی کیپٹن حمید کی حیثیت میں بھی اُس کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا۔

حمید سوچتا رہا اور اس کی گردن میں مالش ہوتی رہی۔ گردن میں مالش کرنے والا نوکر سمجھتا تھا کہ شائد گردن کی کوئی رگ چڑھ گئی ہے۔ لہٰذا مالش کر چکنے کے بعد اس نے ایک ہاتھ حمید کے سر پر رکھا اور دوسرا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر جو جھٹکا دیا ہے تو حمید کی آنکھوں کے سامنے موٹے موٹے تارے ناچ گئے۔

"ابے یہ کیا کیا؟" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

لیکن نوکر نے اس کی پرواہ کئے بغیر دوسری طرف بھی گردن جھٹک دی۔

"ارے خدا تجھے غارت کرے۔" حمید نے چیخ کر اُس کے سر پر دوہتڑ رسید کیا اور نوکر بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"سرکار.... تو پھر کیسے کرتا۔" اُس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"مروڑ دیتا سالی کو۔" حمید گردن سہلاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"مانئے سرکار! ایسے ہی ٹھیک ہوتی ہے۔"

"چل بھاگ! سالے نے اور ستیاناس کر دیا۔"

"آپ تو....!"

"ابے بھاگ....!" حمید اُسے مارنے دوڑا اور اس نے بھاگ کر ہی جان بچائی۔

نوکر نکل گیا لیکن حمید کی ٹکر اپنے پالتو بکرے سے ہو گئی۔ بکرا نہ جانے کیا سمجھا۔ وہ یکلخت تین چار قدم پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو اُسے اپنے سینے پر بھی مالش کرانی پڑتی۔ حمید نے قریب پڑی ہوئی ایک لکڑی اٹھائی اور بکرے کو بے تحاشہ پیٹنا شروع کر دیا۔

بکرا پلٹ کر بھاگا۔ اچانک فریدی سامنے پڑ گیا اور وہ اُسے رگیدتا ہوا باہر نکل گیا۔

فریدی نے اسے تو نکل جانے دیا مگر جھلاہٹ میں حمید کی گردن دبوچ لی۔

"ارے مرا....!" حمید درد سے کراہا۔

"بھٹیار خانہ بنادیا گھر کو۔"

"گردن چھوڑیئے....اس سالی کا ستارہ گردش میں آ گیا ہے۔"

"لیکن تم یہاں کیسے۔" فریدی نے اس کی گردن چھوڑ کر کہا۔

"ہاں.... بیشک غلطی ہوئی۔" حمید جل کر بولا۔ "مجھے اس وقت قبر میں ہونا چاہئے تھا۔"

"لوتھر نے رپورٹ کیسی درج کرائی ہے.... کیا بات تھی۔"

"رپورٹ....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "کیسی رپورٹ۔"

"یہی کہ اس کا ایک مہمان اس کے دس ہزار کے جواہرات اڑا لے گیا۔"

حمید تھوڑی دیر تک سنگ ہی کی چالاکی پر عش عش کرتا رہا پھر اُس نے ساری داستان دہراتے ہوئے کہا۔ "چور چور کا نعرہ اس نے ضرور بلند کیا تھا مگر میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ وہ رپورٹ درج کرانے کی بھی جرأت کرے گا۔"

"بلا کا عیار ہے کمبخت۔" فریدی بڑبڑایا۔ "خیر...اب یہ کھیل جلد ہی ختم ہو جانے کی توقع ہے۔"

"کیوں! کیا کوئی نیا سراغ۔"

"ہاں....!"

"کیا....!"

"ہمیں ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے، جو پلیگ کا مریض ہو۔"

"کیا مطلب....!" حمید نے حیرت سے کہا۔

لیکن فریدی نے سکوت اختیار کر لیا۔

❁

"ارے حرامزادے تو نے تو میرا بیڑا غرق کر دیا۔" لوتھر نے اپنی ران پر ہاتھ مار کر سنگ ہی سے کہا۔ "جو آدھے گھنٹے میں اسکاچ کی آدھی بوتل صاف کر چکا تھا۔"

"نہیں کیپٹن۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "میں نے فی الحال تمہارے بیڑے میں گدھے جوت دیئے ہیں، جو اُسے خشکی میں کھینچ رہے ہیں۔"

"تیری بدولت میں نے اپنے تین بہترین ساتھی کھوئے۔ بیٹی سے ہاتھ دھوئے۔ اب تو نے

رات ایک نئی مصیبت مول لی اور اُسے بھی نہ مار سکا۔ زندہ نکل جانے دیا۔ دیکھنا ہے اب کون سی مصیبت آتی ہے۔"

"کیپٹن....!" سنگ ہی نے سنجیدگی سے کہا۔"وہ مجھے کوئی اناڑی آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ اُس نے خطرے کی بو پہلے ہی سونگھ لی تھی اور پوری طرح تیار تھا۔"

"اچھا ہوا.... تیری گردن تو نیچی ہوئی۔"

"مگر سنگ ہی اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔"

"جہنم میں جاؤ.... میں سارہ کے لئے کیا کروں۔"

"فی الحال صبر کرو۔"

لوتھر بُری طرح جھلا گیا۔ مگر وہ بے بس تھا کہ کوئی سنگ ہی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ اس کے ہاتھوں میں موم کی ناک بن کر رہ گیا تھا۔

تو نے مجھے کٹھ پتلی بنا لیا ہے اور اگر تم نے اس پٹھان کو دوبارہ نہ نکلوادیا ہوتا تو سارہ محفوظ ہوتی۔

"اوہ ہو! کیا کر لیتا وہ وحشی۔"

"میں کچھ نہیں جانتا.... سارہ مجھے آج ہی واپس ملنی چاہئے۔"

"بے صبری اچھی چیز نہیں۔"

"میں ابھی پولیس کو سارے واقعات کی اطلاع دیتا ہوں۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔" سنگ ہی سانپ کی طرح پھپھکارا۔

لوتھر یک بیک اُسے خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ایلپوم کی چوٹی یاد ہے نا تمہیں۔" سنگ ہی بولا۔ "مجھے تم پسند ہو مسٹر لوتھر ورنہ پانچ سو سال بعد وہاں لوگ تمہاری لاش کی زیارت کے لئے آتے۔"

لوتھر کچھ نہ بولا۔

سنگ ہی نے پھر کہا۔ "تمہاری بعض چیزیں مجھے بے حد پسند ہیں ورنہ اس چیز کا مالک میں تنہا ہوتا۔ اب بھی جس وقت چاہوں الگ ہو سکتا ہوں۔ پولیس میرا کچھ نہیں کر سکے گی۔ مگر تمہارا داہنا گال نیلی لکیر سے ضرور سجا دیا جائے گا.... لو پیو۔"

اس نے دوسرا گلاس لبریز کر کے نو تھر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم نے بہت دیر سے نہیں پی اسی لئے بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔"

فریدی نے دواؤں کا بکس اٹھایا۔ حمید اس کی کاروائیوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا، جب فریدی ساری تیاریاں مکمل کر چکا تو حمید نے کہا۔

"کہئے تو ایک ٹوکری میں دو چار سانپ بھی رکھ لئے جائیں۔"

"کیوں! سانپ کیا ہوں گے۔"

"واہ.... ارے میں سانپ دکھا کر مجمع اکٹھا کروں گا اور آپ دوا بیچئے گا.... دو چار دلالوں کی ضرورت ہو تو وہ بھی مہیا کر لئے جائیں۔"

"بکواس مت کرو.... جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں باہر نکلے۔ فریدی کے ایک ہاتھ میں دواؤں کا بکس تھا اور دوسرے میں اسٹیتھیو سکوپ! اُن دونوں نے ڈاکٹروں کے سے لمبے سفید کوٹ پہن رکھے تھے۔

"آخراب کیا ہونے جا رہا ہے؟" حمید نے کیڈی میں بیٹھتے وقت سوال کیا۔

"دیکھتے جاؤ۔"

"میں تنگ آگیا ہوں.... دیکھتے دیکھتے۔"

کیڈی چل پڑی۔ پندرہ یا بیس منٹ بعد فریدی نے ایک جگہ کیڈی روک دی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ایمبولینس گاڑی کھڑی تھی۔ حمید نے ڈرائیور کی سیٹ پر سرجنٹ رمیش کو بیٹھے دیکھا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں ایک خوبصورت سی نرس بیٹھی تھی۔

رمیش انہیں دیکھتے ہی گاڑی سے اتر آیا۔

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے پسندیدگی کے اظہار میں سر ہلا کر اس سے کہا۔ "اب تم کیڈی لے کر واپس جاؤ۔"

رمیش کیڈی میں بیٹھ گیا۔

فریدی اور حمید ایمبولینس گاڑی میں آبیٹھے۔

"چلو اسٹارٹ کرو۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

"ابھی کیا ہے۔" اُس نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ "مجھے مردے تک ڈھونے پڑیں گے۔"

پھر اُس نے روشندان سے اُس نرس پر نظر ڈالی، جو گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھی تھی اور فریدی کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔ "ہے تو زوردار۔"

"بکو مت۔" فریدی بھنبھنایا۔

"ویری ویل.... یور ہارڈ شپ۔" حمید نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

فریدی اُسے راستوں کے متعلق ہدایات دیتا رہا۔ آخر اس نے کنکس لین کی ایک عمارت کے سامنے گاڑی رکوا دی۔

فریدی نیچے اتر کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اچانک ایک آدمی اس کے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔ حمید نے اُسے پہچانا وہ بھی اسی کے محکمے کا ایک آدمی تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔" فریدی نے اُس سے پوچھا۔

"جی ہاں! سب ٹھیک ہے۔"

"وہ دونوں آدمی۔"

"وہ بھی موجود ہیں.... میں ابھی لایا۔"

"وہیں لانا.... اچھا.... تو اب ہم جاتے ہیں۔"

فریدی نے حمید کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ نرس نے اپنے دستانے اٹھائے اور وہ بھی ان کے ساتھ ہو لی۔ فریدی نے برآمدے میں پہنچ کر گھنٹی کا بٹن دبایا اندر کسی دور افتادہ مقام پر گھنٹی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ ان کے سامنے ایک پست قد اور بھاری بھر کم سفید فام آدمی کھڑا تھا۔ اس نے انہیں حیرت سے دیکھا۔

"معاف کیجئے گا۔" فریدی آگے بڑھ کر بولا۔ "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں کوئی پلیگ کا مریض ہے۔"

"غلط ہے۔" پست قد غیر ملکی نے کہا۔ "یہاں کوئی ایسا مریض نہیں۔"

"یہ آپ کے پڑوسیوں کی دی ہوئی اطلاع ہے۔"

"پڑوسی بکواس کرتے ہیں۔" غیر ملکی جھلا کر بولا۔

اتنے میں دو اینگلو انڈین بر آمدے میں داخل ہوئے۔

"ہم بکواس کرتے ہیں۔" اُن میں سے ایک غصیلی آواز میں بولا۔ "کیا تم پچھلی رات کو ایک بوڑھا مریض یہاں نہیں لائے۔"

"وہ پلیگ کا مریض نہیں۔" غیر ملکی نے آنکھیں نکال کر کہا۔ "اس پر صرف بیہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔"

"اوہ....!" فریدی تشویش ناک لہجے میں بولا۔ "یہ بھی پلیگ کی ایک علامت ہے۔"

"میں کہتا ہوں وہ پلیگ کا مریض نہیں ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں.... ہم اُسے دیکھ کر اطمینان کر لیں گے۔"

"نہیں آپ اُسے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"آخر کیوں!"

"ہماری مرضی۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ہمیں رپورٹ ملی ہے اور ہم اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کوئی رکاوٹ ڈالیں گے تو مجبوراً ہمیں پولیس طلب کرنی پڑے گی۔"

"میں کہتا ہوں نا۔"

"محض آپ کا کہنا ہمیں مطمئن نہیں کر سکتا۔" فریدی بولا۔

کافی دیر تک جھک جھک ہوتی رہی۔ عمارت سے دو آدمی اور نکل آئے۔

فریدی اسی پر اڑا رہا کہ مریض کو دیکھے بغیر واپس نہیں جائے گا۔

"چلیئے دیکھ لیجئے۔" ان میں سے ایک نے غصیلی آواز میں کہا۔ "نہ جانے یہ کیسا ملک ہے جہاں لوگ دوسروں کا وقت اس طرح برباد کرتے ہیں۔"

وہ انہیں ایک کمرے میں لائے جہاں ایک بوڑھا آدمی پلنگ پر چت پڑا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ اس کا جسم ایک ہلکے سے کمبل سے ڈھکا ہوا تھا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر معاملہ کیا ہے۔ بھلا فریدی کو پلیگ کے مریض سے کیا سروکار.... اور یہ لوگ کون ہیں۔

"یہ ہے! وہ مریض۔" پست قد آدمی بولا۔ "دیکھئے اسے! ہم بہت زیادہ مشغول ہیں۔"

وہ تینوں کمرے سے چلے گئے۔ حمید نے فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ دیکھی۔

"تم بھی جاؤ۔" فریدی نرس کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہم ابھی آتے ہیں۔"

نرس چلی گئی۔

"آخر یہ ہے کیا بلا۔" حمید نے مریض کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بلا....!" فریدی مسکرایا۔ "نہیں فرزند! یہ بلا نہیں۔"

فریدی نے آگے بڑھ کر بیہوش مریض پر سے کمبل ہٹادیا اور جیسے ہی حمید کی نظر اس کے سینے پر پڑی وہ بوکھلا کر اچھل پڑا۔

"ہائیں۔" اس کے منہ سے بیساختہ نکلا۔ "یہ تو اپنی جنس تبدیل کر رہا ہے۔"

پھر وہ اس طرح اپنی کھوپڑی سہلانے لگا جیسے گرمی چڑھ گئی ہو۔ فریدی کچھ نہ بولا۔

اُس نے مریض کی پلکیں اٹھا کر پتلیاں دیکھیں۔ کچھ دیر نبض پر ہاتھ رکھے رہا۔ پھر دواؤں کا بکس کھول کر اس میں سے ہائپوڈرمک سرنج نکالی اور انجکشن دینے کی تیاریاں کرنے لگا۔

انجکشن دینے کے ٹھیک پندرہ منٹ بعد مریض کو ہوش آ گیا اور اس نے کمزور آواز میں کہا۔

"میں کہاں ہوں۔"

حمید ایک بار پھر بوکھلا گیا۔ بالکل نسوانی آواز تھی۔

"کیا جنس بالکل ہی بدل گئی۔" اس نے آہستہ سے فریدی سے پوچھا۔

"بالکل! اب میں اسکے ساتھ تمہاری شادی کر دوں گا۔ لیکن ڈاڑھی بدستور موجود رہے گی۔"

اچانک مریض نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اُس کے منہ سے ایک سہمی ہوئی سی چیخ نکلی۔ وہ پھر بیہوش ہو گیا۔

"ڈاڑھی ہٹانی ہی پڑے گی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "عورت ہو جانے کے بعد وہ اُس سے خوف کھاتا ہے۔"

پھر تھوڑی ہی دیر بعد فریدی کے ایک معمولی سے عمل کی بناء پر مریض کا چہرہ بالکل صاف ہو گیا۔

"سارہ۔" حمید کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور پھر اس نے کہا۔ "اوہ.... میں سمجھ گیا.... وہ تینوں کہاں گئے۔"

"شاید وہ اس وقت کہیں دور پہنچ چکے ہوں گے۔" فریدی نے کہا۔

"اور آپ نے انہیں نکل جانے دیا۔"

"پرواہ نہ کرو.... اُن کے گرد میرا جال بہت مضبوط ہو چکا ہے۔"

لوتھر کی شامت

لوتھر آرام کرسی پر پڑا اونگھ رہا تھا۔ سنگ ہی دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا۔ پنجوں کے بل چلتا ہوا وہ آرام کرسی کے پیچھے آیا اور اس کا تکیہ پکڑ کر اُسے الٹ دیا۔ لوتھر منہ کے بل زمین پر گرا اور آرام کرسی اُس کے اوپر اوندھ گئی۔

لوتھر نے بوکھلا کر چیخ ماری اور کرسی کے نیچے سے نکلنا چاہا۔ سنگ ہی نے پیر سے کرسی دوسری طرف اچھال دی اور لوتھر پر ٹوٹ پڑا۔

لوتھر بھی اچھے ہاتھ پاؤں کا آدمی تھا.... لیکن وہ قریب قریب بے بس ہو چکا تھا کیونکہ سنگ ہی نے اس کی گردن ٹانگوں میں جکڑ لی تھی اور دھڑا دھڑ اس کے منہ پر مکے مار رہا تھا۔

"ارے.... سور.... کے بچے.... یہ کیا کر رہا ہے۔" لوتھر چیخا۔

"سور کا بچہ آج تمہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔" سنگ ہی نے نہایت اطمینان سے کہا اور اُس کے چہرے پر مکے مارتا رہا۔

لوتھر کے ہونٹ پھٹ گئے اور اُن سے خون بہنے لگا۔ نتھنوں سے بھی خون جاری تھا۔ اُس نے کچھ اس انداز میں اسکی گردن جکڑ رکھی تھی کہ وہ اپنے حلق سے آواز تک نہیں نکال سکتا تھا۔

جب لوتھر بے دم ہو گیا تو سنگ ہی نے اُسے چھوڑ دیا۔ لوتھر زمین پر چت پڑا ہوا تھا۔ اس کی پلکیں ضرور جھپک رہی تھیں لیکن معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

سنگ ہی نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور ایک دوسری کرسی میں ڈال دیا۔ شائد اس وقت کوئی نوکر بھی کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔ ممکن ہے سنگ ہی نے انہیں پہلے ہی کاموں کے بہانے باہر بھیج دیا ہو۔

لوتھر آرام کرسی میں پڑا گہری سانسیں لیتا رہا۔ اس کی آنکھیں اب بھی کھلی ہوئی تھیں اور وہ

خوفزدہ نظروں سے سنگ ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ سنگ ہی نے الماری کھول کر اسکاچ کی بوتل نکالی اور اسے میز پر لے آیا۔ یہ سب کچھ اُس نے اتنے اطمینان سے کیا جیسے وہ ابھی اپنے لطیفوں سے لوتھر کا دل بہلا تا رہا ہو۔

شراب کے گلاس سے اس نے ایک چسکی لی اور مسکرا کر لوتھر کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہوں....!" اُس نے گلاس کو میز پر زور سے رکھتے ہوئے کہا۔ "اب بتاؤ.... تم آخر سنگ ہی کے ساتھ کمینہ پن کر ہی بیٹھے۔"

"میں نے کیا کیا ہے۔" لوتھر اپنے ہونٹوں کا خون پونچھتے ہوئے بولا۔

"بکواس کرو گے تو تمہارا دہانہ کانوں تک چیر دوں گا۔"

"بتاؤ نا.... میں نے کیا کیا ہے۔" لوتھر سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

"میکی کون تھا....؟"

"میں نہیں جانتا.... میں اس سے پہلی بار ملا تھا۔"

سنگ ہی اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"تم نہیں جانتے۔"

"نہیں.... میں نے پہلے کبھی اُسے نہیں دیکھا۔

اچانک سنگ ہی نے اس کے زخمی ہونٹوں پر الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔

"ارے تجھے کیا ہو گیا ہے.... سور کے بچے۔" لوتھر اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر کراہا۔

"سور کے بچے کو فریدی اور حمید ہو گیا ہے۔" سنگ ہی نے بائیں ہاتھ سے شراب کا گھونٹ لے کر کہا۔ "میکی کیپٹن حمید تھا۔"

"کیا....؟" لوتھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

سنگ ہی نے ٹٹولنے والی نظروں سے لوتھر کے چہرے کا جائزہ لیا اور آہستہ سے بولا۔

"تو تم اس سازش میں شریک نہیں تھے۔"

"میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔"

"سارہ کو تم بڑا اچھا سمجھتے ہو۔ اُس کی پاکدامنی کے ثبوت کے لئے مجھ پر گولیاں برسانی شروع کر دی تھیں۔ لیکن اب جاؤ فریدی کے یہاں وہ ننگی ناچتی ہوئی پولیس آفیسروں کو شراب

پلا رہی ہے۔"

"کیا بکتے ہو! وہ تو اُن لوگوں کے پاس ہے آج صبح ایک لڑکا ایک خط بھی ان لوگوں کے پاس سے لایا ہے جس میں انہوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر ہم نے ان کا مطالبہ پورا نہ کیا تو وہ سارہ کو مار ڈالیں گے۔"

"بہت اچھے۔" سنگ ہی ہنس پڑا۔ "ذرا دیکھوں تو وہ خط۔"

لوتھر نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر سنگ ہی کی طرف بڑھا دیا۔ سنگ ہی نے خط پڑھا چند لمحے بُرا سا منہ بنائے رہا پھر بولا۔ "یہ کھلی ہوئی بکواس ہے۔ تمہاری لڑکی کو فریدی نے اٹھوایا تھا۔ جاؤ جا کر دیکھو فریدی اور حمید عیش کر رہے ہیں اگر وہ تمہیں ان کے گھر پر نہ ملے تو میری گردن اتار دینا۔ سمجھے! مگر تم خود ہی اس سے پیشہ کرانا چاہتے ہو۔ اچھا بھی ہے اگر دس پانچ پولیس آفیسر تمہارے داماد بن گئے تو تم اُن امریکنوں سے بچے رہو گے۔"

"اگر ایسا ہے تو میں اُن سب کو میٹھی نیند سلا دوں گا۔" لوتھر مٹھیاں بھینچ کر بڑبڑایا۔

"کیا کبھی میری مہیا کی ہوئی اطلاعات غلط بھی نکلی ہیں؟" سنگ ہی نے طنزیہ ہنسی کیساتھ کہا۔ "چلو بیٹھو زیادہ تاؤ نہ کھاؤ۔ فریدی کے نطفے سے تمہارے لئے ایک بہت بڑا نواسہ مہیا ہو جائے گا۔"

"چپ رہو حرامزادے۔" لوتھر نے چیخ کر سنگ ہی کے سر پر دو ہتھڑ مارا۔

سنگ ہی چپ چاپ پیچھے ہٹ گیا۔ وہ سنگ ہی جس نے لوتھر کو بُری طرح پیٹا تھا لوتھر کے ہاتھ سے مار کھا کر بھی مسکرا رہا تھا۔ اس نے بڑے پر سکون لہجے میں کہا۔ "تم بڑی اچھی ایکٹنگ کر لیتے ہو مسٹر لوتھر۔ تم نے سنگ ہی سے پیچھا چھڑانے کے لئے اپنی لڑکی سپلائی کر دی۔ خود ہی سازش کر کے اُسے اٹھوا دیا تاکہ سنگ ہی دھوکہ کھا کر مار لیا جائے۔"

"چپ رہو کتے۔" لوتھر غرا کر بولا۔ "اس نے میز کی دراز سے ایک ریوالور نکالا اس کے چیمبر دیکھے۔ وہ سب بھرے ہوئے تھے۔ پھر اس نے سنگ ہی سے کہا۔ "میں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"خوب! مگر شائد ایک ریوالور کافی نہ ہو۔ وہاں کئی ہیں اور سب شراب کے نشے میں دھت اور سارہ ننگی۔"

"خاموش....!" لوتھر غرایا۔ وہ اس وقت ایک خونی درندہ معلوم ہو رہا تھا۔

"اسے بھی لیتے جاؤ۔ شائد ضرورت پڑے۔" سنگ ہی نے اپنی جیب سے ایک دوسرا ریوالور نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم ابھی گھوم پھر کر واپس آجاؤ گے اور مجھے اطلاع دو گے کہ فریدی کی کوٹھی خالی پڑی ہے۔"

لوتھر نے جھپٹ کر اُس کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا اور قریب قریب دوڑتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

سنگ ہی ایک ہی سانس میں گلاس کی بقیہ شراب پی گیا۔ پھر اُس نے آستین سے اپنے ہونٹ خشک کئے اور بڑی تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر اسی کمرے میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گیس سلنڈر تھا وہ اُسی آہنی الماری کے سامنے رک گیا جس میں حروف کے امتزاج سے کھلنے والا قفل پڑا ہوا تھا۔ یہ وہی الماری تھی جسے کھولنے سے قبل لوتھر کمرے کا دروازہ بند کرنا نہیں بھولتا تھا۔

سنگ ہی نے گیس سلنڈر کے سرے پر لگے ہوئے نوزل کا بٹن دبایا اور اس میں سے نیلے رنگ کی ایک باریک سی آتشی لکیر نکلنے لگی۔ دوسرے لمحے میں وہ آتشی لکیر قفل کے کنڈے پر تیزی سے ادھر اُدھر تیر رہی تھی۔

دیکھتے دیکھتے قفل الماری سے علیحدہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

سنگ ہی نے الماری کھول کر اس میں سے چمڑے کا ایک تھیلا نکالا اور اُسے بغل میں دبا کر کمرے سے نکل گیا۔

❁

لوتھر غصے میں بھرا ہوا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُس نے اپنا چہرہ بھی نہیں صاف کیا تھا۔ ہونٹوں پر خون جم کر سیاہی مائل ہو چکا تھا۔ اس کے ذہن میں فریدی اور حمید کی شکلیں تھیں۔ اُس کے ذاتی تجربے کی بناء پر سنگ ہی نے آج تک اُسے کوئی غلط اطلاع نہیں دی تھی۔ اُسے میکی یاد آیا، جو سنگ ہی جیسے شاطر آدمی کو جل دے کر نکل گیا تھا۔ تو کیا وہ سچ مچ کیپٹن حمید ہی تھا۔ اگر یہ بات تھی تو سارہ نے اُسے دیدہ دانستہ دعوت دی تھی.... آخر کیوں؟

پھر اچانک اس کے جسم کا خون منجمد ہو گیا۔ اگر اسٹیئرنگ کا سچا نہ ہوتا تو سامنے سے آنے والے ٹرک سے ٹکرا کر اس کی کار کے پرخچے اڑ گئے ہوتے.... غصے کی جگہ خوف نے لے لی اور

اس جذباتی تبدیلی کی بناء پر وہ اچھی طرح ہوش میں آ گیا اور اب اُسے احساس ہوا کہ وہ سچ مچ موت کے منہ میں جارہا ہے۔ فریدی کی کوٹھی میں داخل ہو کر اس پر حملہ کرنا آسان کام نہیں تھا.... اور پھر اُس کا انجام؟ اب اُسے سنگ ہی کے بیان پر بھی شبہ ہونے لگا تھا۔ فریدی سے زیادہ نیک نام آفیسر شہر بھر میں اور کوئی نہیں تھا۔ کٹر قسم کا اصول پرست آدمی۔

"اوہ....!" لوتھر آہستہ سے بڑبڑایا۔

اُسے یاد آیا کہ سنگ ہی اس دوران میں کئی بار اس بات کی کوشش کر چکا ہے کہ اُسے کسی طرح تھوڑی دیر کے لئے کوٹھی سے ہٹا دے۔ کہیں اس نے الماری پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے یہ سب کچھ نہ کیا ہو۔

اچانک اس کی نظر کار کے عقب نما آئینے پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔ غصے میں اُسے یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ اس کا چہرہ اس قابل نہیں کہ وہ صفائی کے بغیر باہر نکل سکے۔ اس کی الجھن بڑھ گئی۔ اگر وہ گھر واپس جاتا تو سنگ ہی طنزوں کی بھرمار کر دیتا۔ فریدی کے یہاں جانے کے سلسلے میں تو وہ پہلے ہی ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کی کنپٹیوں کی رگیں تڑخ رہی ہوں.... الجھن.... الجھن۔

آخر اس نے اپنی کار ایک ہیئر کٹنگ سیلون کے سامنے روک دی جس میں حمام بھی تھا، جیسے ہی سیلون میں داخل ہوا لوگوں کی تنقیدی نظریں اس کی طرف اٹھنے لگیں۔

"حمام....!" لوتھر نے بھرائی ہوئی آواز میں ایک آدمی سے کہا۔ "جلدی۔"

اس آدمی نے حمام تک اس کی رہنمائی کی۔ لوتھر نے دروازہ بند کر لیا۔ اُسے حمام میں داخل ہوئے مشکل سے آدھا منٹ گذرا ہوگا کہ ایک سفید فام آدمی گھبرایا ہوا سیلون میں گھس آیا۔

"کیا یہاں کوئی انگریز آیا ہے۔" اس نے سیلون کے ایک آدمی سے پوچھا۔

"ہاں.... حمام میں ہے۔" اس نے حمام کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اوہ.... وہ پاگل بھی ہے اور نشے میں بھی ہے۔" سفید فام حمام کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

اس نے دروازے کا ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور وہ بھی اندر چلا گیا۔

سیلون کے لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تین چار منٹ بعد وہ حمام سے نکل آیا۔ اس نے لوتھر کو سنبھال رکھا تھا جس کی آنکھیں بند تھیں لیکن چہرہ صاف ہو چکا تھا۔

"اوہ.... کوئی میری مدد کرے.... یہ بیہوش ہو گیا ہے۔" اس نے روہانسی آواز میں کہا اور دو تین آدمی لوتھر کو سنبھالنے کے لئے دوڑے۔ وہ اُسے کار تک لے آئے۔ اور اسے پچھلی سیٹ پر ڈال دیا گیا۔ سفید فام آدمی نے اگلی سیٹ پر بیٹھ کر اپنی جیب سے دس دس کے دو نوٹ نکالے اور انہیں موڑ توڑ کر سیلون کے آدمیوں کی طرف اچھال دیا۔

کار لوتھر ہی کی تھی۔ لیکن اُسے ایک نامعلوم آدمی ڈرائیو کر رہا تھا اور لوتھر پچھلی سیٹ پر بیہوش پڑا تھا۔

حمید نے مسکرا کر سارہ کی طرف دیکھا، جو نقاہت کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ حسین نظر آنے لگی تھی۔

"کیوں اب کیا ہے۔" سارہ نے ہنس کر کہا۔ "تم بہت شریر ہو۔"

"مجھے تمہاری ڈاڑھی یاد آ رہی ہے۔ شکر ہے کہ میرے بکرے نے تمہیں اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔"

"کیوں مذاق اڑاتے ہو۔" سارہ نے جھینپ کر کہا۔ "وہ لوگ شائد ڈیڈی سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کیا چیز ہے اور اب میں سوچتی ہوں کہ شاید ڈیڈی.... اسی کے بعد سے انہوں نے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ چیز اُسی کمرے میں ہے۔"

"انہوں نے جنوبی امریکہ سے واپسی کے بعد خاص طور سے اس کمرے میں ایک آہنی الماری رکھوائی تھی جس میں اب بھی حروف کے امتزاج سے کھلنے والا ایک تالا پڑا رہتا ہے۔ وہ رات کو اُسی کمرے میں سوتے بھی ہیں۔ میں نے اکثر انہیں الماری کے ہینڈل کو کھینچتے بھی دیکھا ہے۔ وہ دن میں کئی بار ایسا کرتے ہیں۔ شاید اسکا اطمینان کرنے کیلئے کہ کہیں وہ کھلا تو نہیں رہ گیا۔"

"کیا تم یہ سب کچھ فریدی صاحب کو بتا چکی ہو۔"

"ہاں.... میں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔" سارہ نے کہا۔ "لیکن میں اپنے گھر کب جاؤں گی۔ فریدی صاحب کہتے ہیں کہ ابھی نہیں۔ میں ڈیڈی کے لئے بہت پریشان ہوں۔ مجھے سنگ ہی پر اعتماد نہیں۔ وہی سور کا بچہ انہیں جنوبی امریکہ بھی لے گیا تھا۔"

"سنگ ہی لے گیا تھا....؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں وہی لے گیا تھا.... جانے سے قبل ڈیڈی نے مجھ سے کہا تھا کہ انہیں اس سفر میں کافی فائدے کی صورت نظر آ رہی ہے۔"

"کیا تم بھی ساتھ گئی تھیں۔"

"نہیں....!"

"تعجب ہے.... میں نے اکثر ناولوں میں پڑھا ہے کہ اس قسم کے ایڈونچروں میں ایک آدھ خوبصورت لڑکی ضرور ساتھ ہوتی ہے تاکہ اُسے جنگلی لوگ پکڑ کر بھون کھانے کا سامان کریں اور عین موقعے پر ہیرو پہنچ کر گھپلا کر دے۔ پھر وہ لڑکی اس ہیرو کے کارنامے پر پہلے تو عش عش کرے پھر باقاعدہ عشق کرنے لگے۔"

سارہ جھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ فریدی آ گیا۔

"سنو حمید! ایک دلچسپ اطلاع۔ لوتھر کی کوٹھی اس وقت بالکل خالی ہے۔ لوتھر عجیب حالت میں کوٹھی سے نکلتا ہوا دیکھا گیا۔ اس کا چہرہ خون میں ڈوبا ہوا تھا اس کے جانے کے بعد سنگ ہی نکلا اور وہ بھی کسی طرف چلا گیا۔"

"ڈیڈی کے چہرے پر خون۔" سارہ چیخ اٹھی۔

"ہاں .... گھبراؤ نہیں۔ ہم وہیں چل رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "میرے لئے یہ خبر انتہائی حیرت انگیز ہے کہ لوتھر نے کوٹھی کے باہر قدم نکالا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں لوتھر کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ یہاں ہر طرف سناٹا تھا۔ نوکر بھی نہیں دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اس کمرے میں آئے جہاں آہنی الماری تھی۔

"ارے اس کا قفل۔" سارہ بے ساختہ بولی۔ فریدی نے جھک کر کٹے ہوئے قفل کو فرش سے اٹھا لیا اور اُسے الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد کہا۔ "اسے گیس سے کاٹا گیا ہے۔"

پھر اس کی نظر گیس سلنڈر پر پڑی۔

"یہ سب سامان تو سنگ ہی کا ہے۔" سارہ بولی۔

"تو کیا سنگ ہی نے اُسے کھولا۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ "مگر لوتھر تو کوٹھی سے پہلے ہی نکل گیا تھا۔ سنگ ہی بعد کو گیا۔"

پھر اُس نے الماری کے پٹ کھول دیئے۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

"فریدی صاحب۔" سارہ چیخی۔ "ڈیڈی کو بچائیے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اُس نے ترحم آمیز نظروں سے سارہ کی طرف دیکھا اور پھر خالی الماری کو گھورنے لگا۔

"میں مکان کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "سب سے پہلے مجھے سنگ ہی کے کمرے بتاؤ۔"

سب کچھ، کچھ بھی نہیں

رات تاریک تھی.... شام ہی سے کچھ ایسی تیز آندھی چلنی شروع ہوئی تھی کہ بجلی کے تار ٹوٹ جانے کی بناء پر شہر کے بعض حصے بالکل ہی تاریک ہو گئے تھے۔ آندھی رکنے کے تھوڑی ہی دیر بعد مغرب سے کالی کالی بدلیاں اُٹھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا آسمان چھپ گیا۔ پھر ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ لوگ پناہ مانگنے لگے۔ سڑکیں ویران ہو گئیں۔

نیلسن اسٹریٹ تو پوری کی پوری اندھیرے میں گم ہو گئی تھی اور یہاں بارش کے شور کے علاوہ کوئی دوسری آواز نہیں سنی جا سکتی تھی۔ کیونکہ یہاں کی قدیم انگریزی طرز کی اونچی اونچی عمارتوں کی چھتیں زیادہ تر ٹین ہی کی تھیں۔ اب سے ساٹھ ستر سال پہلے یہ عمارتیں انگریز فوجی آفیسروں کے لئے بنائی گئی تھی اور شہر کا یہ حصہ اب بھی پرانی چھاؤنی کے نام سے مشہور تھا۔

سنگ ہی اس طوفانی رات میں نیلسن اسٹریٹ کی ایک عمارت کے سامنے کھڑا ایک ایسی کھڑکی کو گھور رہا تھا جس کے شیشوں سے زرد رنگ کی دھندلی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے اپنی جیب سے پتھر کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کھڑکی کا ایک شیشہ چور چور ہو گیا۔ سنگ ہی نہایت اطمینان سے اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس کا پھینکا ہوا پتھر کا ٹکڑا شیشے کو توڑتا ہوا اندر چلا گیا تھا۔ کسی نے کھڑکی کھولی اور ایک آدمی کے دھندلے نقوش زرد روشنی کے پیش منظر میں ابھر آئے۔ سنگ ہی کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور پھر ایک چیخ سنائی دی جسے بارش کا شور بھی نہ دبا سکا تھا۔

❁

"یہ آواز کیسی تھی۔" فریدی یک بیک چونک کر بولا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ آخر دو تین گھنٹوں سے یہ کیسی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"شش! میرا خیال ہے کہ وہ فائر کی آواز تھی۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

یہ دونوں نیلسن اسٹریٹ کی ایک ویران اور شکستہ عمارت کے ایسے حصے میں بیٹھے ہوئے تھے جس سے وہ عمارت صاف دکھائی دیتی تھی جس کی کھڑکی پر سنگ ہی نے پتھراؤ کے بعد گولی چلائی تھی۔ شائد وہ اس کی نگرانی سے ٹھیک اسی لمحہ غافل ہوئے تھے جب سنگ ہی نے اپنا کام کیا تھا۔

فریدی کے ساتھ حمید بھی کھڑا ہو گیا۔ سامنے والی عمارت کی کھڑکی اب بھی کھلی ہوئی تھی اور اُس کھڑکی سے اندر کی دیواروں پر کئی آدمیوں کے گہرے سائے تیزی سے حرکت کرتے نظر آرہے تھے اور کھڑکی پھر بند کرلی تھی۔

"واہمہ ہے آپ کا۔" حمید نے فریدی سے کہا۔ "اتنے شور میں آپ نے فائر کی آواز سن لی۔ کمال ہے کیا توپ کی آواز تھی۔"

فریدی کچھ نہ بولا اس کی نظر کھڑکی پر جمی ہوئی تھی۔ حالانکہ بارش کا زور کافی کم ہو گیا تھا لیکن ٹین کی چھتوں کی وجہ سے شور بدستور جاری تھا۔

اچانک فریدی نے چونک کر کہا۔ "یہ کھڑکی کے ایک شیشے کو کیا ہو گیا۔"

"بخار آگیا ہوگا۔" حمید بولا۔ پھر اس نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔ "آخر ہم کب تک یہاں جھک مارتے رہیں گے۔"

"جب تک سنگ ہی ہاتھ نہ آجائے۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ آج رات کو یہاں ضرور آئے گا۔"

پھر کھڑکی کی روشنی بھی غائب ہو گئی۔

"آخر شیشہ کیوں۔" فریدی تھوڑی دیر بعد پھر بڑبڑایا۔ پھر اچانک چونک کر بولا۔ "اوہ.... حمید شائد ہم دھوکہ کھا گئے۔ سنگ ہی نکل گیا۔"

"کیا خواب دیکھ رہے ہیں۔"

"نہیں شائد ان میں سے ایک اور ختم ہو گیا وہ شائد کسی آدمی ہی چیخ تھی اب ہمیں اٹھنا

چاہئے۔ سامنے والی عمارت میں داخل ہونا ہی پڑے گا۔"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ وہ ہمیں پہلے ہی ڈاکٹروں کے روپ میں دیکھ چکے ہیں۔"

"فکر نہ کرو..... میں اتنے دنوں تک جھک نہیں مارتا رہا۔ ہم اس طرح عمارت میں داخل ہوں گے کہ اُن کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوگا۔"

"اوہ.... تو یہی طریقہ سنگ ہی بھی اختیار کر سکتا ہے۔"

"اور میں نے ہی وہ طریقہ اختیار کرنے میں اُسے مدد دی ہے۔"

"کیا مطلب.....!"

"سنگ ہی آج کل میرا تعاقب کر رہا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اور اُس نے مجھے راستہ بناتے ہوئے آج ہی دیکھا تھا۔ تم جانتے ہو کہ ان عمارتوں کے پیچھے دور تک سرکنڈوں کا جنگل ہے اور وہیں کچھ شکستہ بیرکیں بھی ہیں۔ اس لئے دن کو بھی اس قسم کے کام بہ آسانی ہو سکتے ہیں۔"

"چلئے جناب۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

❁

سنگ ہی اتنا احمق نہیں تھا کہ سڑک پر کھڑے ہو کر کھڑکی میں فائر کرتا۔ اس نے یہ خطرہ جان بوجھ کر مول لیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح عمارت کے مکینوں کو سمیٹ کر ایک جگہ کر دے۔ اس کے بعد فریدی کے بنائے ہوئے راستے کے ذریعہ چپ چاپ عمارت میں داخل ہو جائے۔

اس نے یہی کیا۔ عمارت کے رہنے والے اب بھی اُسی کمرے میں کھڑے سرگوشیاں کر رہے تھے جس میں ان کے ایک ساتھی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

سنگ ہی عمارت کی عقبی دیوار میں لگی ہوئی نقب کے ذریعہ عمارت میں داخل ہو گیا۔

❁

فریدی اور حمید سڑک پر آ گئے تھے۔ کئی جگہ انہیں گھٹنوں گھٹنوں پانی سے گذرنا پڑا۔ بارش بند ہو چکی تھی اور سناٹے میں مینڈکوں کا شور گونج رہا تھا۔ ہوا بالکل بند تھی۔ وہ عمارت کی پشت پر آئے۔ یہاں فریدی نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور اُسے روشن کرتے ہوئے سرکنڈوں کے جنگل کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین بار جنبش دی جس کے جواب میں تھوڑی ہی دور پر

ایک دوسری ٹارچ کی روشنی نظر آنے لگی۔

"ٹھیک ہے۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا ٹھیک ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"سنگ ہی اندر داخل ہو چکا ہے۔" فریدی نے کہا اور نقب کے دہانے پر آکر کھڑا ہو گیا۔ حمید نے جھپٹ کر اُس میں گھسنا چاہا لیکن فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ٹھہرو... بد حواسی ٹھیک نہیں۔ معاملہ سنگ ہی کا ہے۔" اس نے کہا اور ٹارچ روشن کرلی۔

"دیکھو....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ وہ نقب کے دہانے کے اُدھر کی زمین کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

حمید آگے جھک کر دیکھنے لگا۔ سفید رنگ کی چھوٹی چھوٹی لاتعداد گولیاں زمین پر بکھری ہوئی تھیں۔

"چلتے آؤ۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن ان گولیوں پر پیر نہ پڑنے پائے۔"

"کیوں؟ یہ ہیں کیا بلا؟"

"پٹاخے.... یہ اس لئے ڈالے گئے ہیں کہ اگر کوئی سنگ ہی کے بعد داخل ہو تو اُسے اس کا علم ہو جائے۔"

حمید سنگ ہی کی ذہانت پر حیرت ظاہر کرتا ہوا فریدی کے ساتھ چلنے لگا۔ سنگ ہی کے پیروں کے نشانات دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھتے رہے۔ حمید نے سوچا کہ یہ بارش کا پہلا فائدہ ہے ابھی تک تو وہ دل ہی دل میں موسم پر تاؤ کھا تا رہا تھا۔

ایک جگہ فریدی نے رک کر آہٹ لی اور پھر اس کے بعد اُس نے ٹارچ نہیں استعمال کی۔ کمرہ تاریک تھا۔ لیکن اس کے آگے والے کمرے میں روشنی تھی۔ دونوں کمروں کے درمیان میں ایک دروازہ تھا جس میں ایک دبیز سا پردہ لٹک رہا تھا لیکن وہ اتنا دبیز بھی نہیں تھا کہ دوسری طرف کی روشنی اُسے نہ دکھائی دیتی۔ دروازے میں کوئی کھڑا تھا۔ ایک تاریک انسانی سایہ..... حمید نے اندھیرے میں بھی اُسے پہچان لیا۔ وہ سنگ ہی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ شائد وہ دوسرے کمرے کے لوگوں کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ دونوں سنگ ہی سے تھوڑے فاصلے پر اندھیرے میں دبک گئے۔ گفتگو کرنے والوں کی آوازیں اُن تک صاف پہنچ رہی تھیں۔

"اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" کسی نے امریکن لہجے میں کہا۔

"اُف.... میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں۔" حمید نے لوتھر کی آواز صاف سنی۔

"یقین....!" امریکن غرا کر بولا۔ "ہم ابھی ابھی اپنا چھٹا ساتھی گنوا چکے ہیں۔"

"تو میرا کیا قصور ہے اُسے سنگ ہی نے مارا ہوگا۔ میں نے آج تک کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا.... اور اگر تم کہتے ہو کہ تمہیں الماری میں چمڑے کا تھیلا نہیں ملا تو یقین جانو اُسے بھی سنگ ہی اڑا لے گیا ہے۔"

"تم میں اور اُس ولد الحرام چینی میں فرق ہی کیا ہے؟"

"آہ.... فرق۔ اس نے مجھے برباد کر دیا۔ وہی کتا مجھے جنوبی امریکہ لے گیا تھا۔ ایک دلخوش کن داستان سنا کر۔ اُس نے سب کچھ کیا اور پھر اُس نے پوری طرح مجھے اپنی گرفت میں رکھا۔ ورنہ میں کبھی کا اس منحوس چیز کو واپس کر دیتا اور پھر تم لوگوں نے میرے تین آدمیوں کو بھی ختم کر دیا۔"

"بکواس ہے۔" امریکن بولا۔

فریدی دبے پاؤں آگے بڑھا اور اس نے پردے کے قریب کھڑے ہوئے سنگ ہی کی کمر پر اس زور کی لات رسید کی وہ دھڑام سے دوسری طرف جا گرا اور فریدی بھی بڑی پھرتی سے اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔ دوسرے کمرے میں شور مچ گیا شائد وہ سب بیک وقت سنگ ہی پر ٹوٹ پڑے تھے۔

"واہ.... وا.... کیا مقدر ہے۔" ایک ہانپتی ہوئی آواز آئی۔ "وہ تو اس چینی کی گردن ہی میں محفوظ ہے۔"

"گردن کاٹ کر نکال لو۔" غرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "مگر نہیں پہلے اسے بھی کرسی میں جکڑ دو۔"

کئی آدمیوں کی بڑبڑاہٹیں کمرے میں گونجنے لگیں شائد وہ سنگ ہی کو کرسی میں جکڑنے لگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد فریدی پردہ ہٹا کر دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

"ہیر ہیر۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم لوگ اپنے ہاتھ اوپر ہی اٹھائے رکھو۔ یہ بھی ایک آزاد ہی مملکت کی پولیس ہے۔"

سنگ ہی اور لوتھر کے علاوہ کمرے میں تین آدمی اور تھے ان میں سے ایک دو کو حمید پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ تیسرا آدمی البتہ اس کے لئے نیا تھا۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا چہرے پر سفید ڈاڑھی تھی اور سر پر عورتوں کے سے لمبے لمبے بال تھے۔ ناک نوکیلی اور لمبی تھی۔ آنکھیں چھوٹی اور چمکدار تھیں لیکن یہ بھی سفید فام ہی تھا۔ سنگ ہی اور لوتھر کرسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ سنگ ہی کا گریبان کھلا ہوا تھا۔ حمید نے دیکھا کہ اُس کے گلے میں چاندی کا ایک موٹا سا طوق پڑا ہوا ہے۔"

"آخر تم آہی گئے.... میری گرفت میں۔" فریدی نے سنگ ہی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کرنل تم دیکھتے نہیں کہ کم بختوں نے میرے مالک کو باندھ رکھا ہے۔" سنگ ہی بولا۔

"چپ رہو حرامزادے۔" لوتھر گرجا۔ "میں تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔"

"تم نے ہمیشہ میری بے قدری کی ہے۔" سنگ ہی نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ طوق کیسا ہے سنگ۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"مہاتما بدھ کے نام کا ہے۔" سنگ ہی نے کہا۔

"یہ جھوٹ ہے۔" بوڑھا سفید فام چیخا۔ "اس نے یہ طوق مردہ شہزادی کے گلے سے اتارا تھا۔ یہ ہمارے لئے بہت مقدس ہے۔ میں انڈس کی زیارت گاہ کا ایک پجاری ہوں۔ یہ طوق سورج دیوتا کے نام کا ہے۔ ہمارے لئے مقدس ترین۔"

"بس اتنی ہی سی بات ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"تمہارے لئے یہ چیز کوئی وقعت نہیں رکھتی ہوگی۔ ہمارے لئے یہ ایک مقدس امانت ہے۔"

"خوب...." فریدی ہنس پڑا۔ پھر اس نے سنگ ہی سے پوچھا۔ "کیوں سنگ.... کیا تم بھی سورج دیوتا کے پجاری ہو۔"

اس پر سنگ ہی نے جھلا کر سورج دیوتا کے سارے خاندان والوں کی ماؤں کی شان میں قصیدہ پڑھ دیا۔

"لیکن سنگ....!" فریدی نے پھر پوچھا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس بے حقیقت چاندی کے طوق کے لئے اتنی دور کیوں گئے اور تم نے اسی کے لئے نہ صرف ان لوگوں کے چھ آدمی مارے بلکہ اپنے بھی تین آدمی ختم کر دیئے.... آخر کیوں۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔"

"نہیں پیارے کیچوے یہ درست ہے میں نے تمہارے سامان سے چمڑے کی پٹی اور وہ زہر برآمد کرلیا ہے اس کا تجزیہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی زہر ہے جس کی علامتیں نیلی لکیروں میں پائی گئی تھیں۔ تم نے اپنے تینوں ساتھیوں کو محض اس لئے ختم کر دیا کہ انہوں نے تمہیں مردہ لڑکی کے گلے سے طوق اتارتے دیکھا تھا.... اور یہ بھی سن لو سنگ! وہ پٹھان سنتری میں ہی تھا۔ نیلی لکیر کے دوسرے حادثے کے بعد ہی سے میں نے اس کیس میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔ میں نیلی لکیروں کے راز سے واقف تھا اور یہ جانتا تھا کہ تم نے شہزادی کی لاش کے لئے اتنا لمبا سفر کیوں کیا تھا۔ جرمن مصنف کا وہ سفر نامہ جو تمہارے اس سفر کا محرک ہوا تھا میری نظروں سے بھی گذر چکا ہے.... سمجھے.... فرزند....!"

سنگ ہی کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ لیکن اُس نے دوسرے ہی لمحے میں قہقہہ لگایا۔ بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے وہ فریدی کا مذاق اڑا رہا ہو۔

فریدی اس کے قہقہے کی پرواہ کئے بغیر بولا۔ "حمید! سنگ ہی کی گردن سے طوق اتار لو۔ خبردار کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے ورنہ گولی مار دوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور کئی مسلح سب انسپکٹر اس کمرے میں گھس آئے۔ حمید نے آگے بڑھ کر طوق سنگ ہی کی گردن سے اتار لیا۔ فریدی اُسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ اچانک وہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا۔ پھر اُسے اٹھاتے وقت اس کے منہ سے ہلکی سی تحیر آمیز آواز نکلی۔ طوق کی موٹائی بڑھ گئی تھی۔ حمید نے غور سے دیکھا تو اس پر یہ حقیقت کھلی کہ طوق کے گرد چاندی کا ایک بڑا سا پتر لپٹا ہوا تھا جس کی بندش اب ڈھیلی ہو گئی تھی۔ فریدی نے اُسے پھیلا دیا۔ یہ ایک بالشت لمبا اور اتنا ہی چوڑا تھا۔

"خوب....!" فریدی ہنس کر بولا۔ "تو وہ افواہ جو اُس جرمن مصنف نے اپنے سفر کے دوران میں سنی تھی صحیح نکلی۔"

"کیسی افواہ۔" حمید نے پوچھا۔ "کیا وہ کتاب آپ کو مل گئی تھی۔"

"ہاں! افواہ یہ تھی کہ شہزادی کے پاس شاہی خاندان کے مدفون خزانے کا نقشہ تھا اور شائد اس پتر میں وہی نقشہ ہے اور قدیم تصویری انداز کی ایک تحریر بھی ہے۔ جسے آج کل کے زمانے میں شائد ہی کوئی سمجھ سکے۔ کیوں سنگ! کیا تم اسے سمجھ سکتے ہو۔"

سنگ ہی کچھ نہ بولا۔ اس کا چہرہ بالکل تاریک ہو گیا تھا نہ صرف اُس کی بلکہ اُن تینوں سفید فاموں کی حالت بھی غیر نظر آنے لگی تھی۔

فریدی نے سنگ ہی سے کہا۔ "لو تھر کو تم نے اس لئے زندہ رکھا کہ وہ دولت مند ہے تم اُسے دوسرے سفر کے اختتام تک زندہ رکھنا چاہتے تھے اور شائد مقصد پورا ہو جانے کے بعد تم اُسے بھی ختم کر دیتے۔"

"کیسا مقصد....!" حمید نے پوچھا۔

"خزانے کی تلاش میں کامیابی۔"

"کیا میں اس وقت کوئی جاسوسی ناول خواب میں دیکھ رہا ہوں۔" حمید نے اپنے گال میں چٹکی لے کر کہا۔

"زیادہ تر حقیقت ہی افسانہ بنتی ہے۔"

اس کے بعد ان سب کے ہتھکڑیاں لگا دی گئیں۔

پانچ کاریں آگے پیچھے شہر کی طرف جا رہی تھیں۔ ان میں قیدی تھے۔ سب سے آگے والی کار میں سنگ ہی تھا۔ اُس کے داہنے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی اور ہتھکڑی کا دوسرا حلقہ ایک سب انسپکٹر نے اپنے بائیں ہاتھ میں ڈال رکھا تھا جیسے ہی دریا کا پل قریب آیا سنگ ہی نے بائیں ہاتھ سے اپنے کوٹ کا کالر ٹٹول کر ایک باریک سی سوئی نکالی۔

سب انسپکٹر نہایت اطمینان سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ سنگ ہی کا بایاں ہاتھ اس کی ران کی طرف رینگ گیا۔

"اررر....!" سب انسپکٹر کے منہ سے اتنا ہی نکل سکا اور پھر وہ شائد دوسرے ہی لمحے میں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ سنگ ہی نے بڑی صفائی سے اپنا داہنا ہاتھ ہتھکڑی سے نکال کر مردہ سب انسپکٹر کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور پھر اُس کی نال ڈرائیور کی گردن پر رکھتا ہوا سانپ کی طرف پھپھکارا۔

"روک دو.... ورنہ گولی مار دوں گا۔"

کار پل پر پہنچ چکی تھی، جیسے ہی ڈرائیور نے رفتار کم کی سنگ ہی نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔

پھر ایک شور قیامت اٹھا۔ ساری کاریں رک گئیں۔ فریدی بھاگتا ہوا اگلی کار کی طرف آیا۔۔۔ پھر بوکھلا کر پل سے نیچے دیکھنے لگا۔ کئی ٹارچوں کی روشنیاں دریا کی سطح پر متحرک نظر آ رہی تھیں لیکن سنگ ہی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

❁

دوسرے دن سفید فام قیدی امریکن سفارت خانے کے سپرد کر دیئے گئے کیونکہ اُن کے پاس امریکن پاسپورٹ تھے۔ سفارت خانے سے معلوم ہوا کہ وہ امریکہ کے معزز شہریوں میں سے تھے۔ بوڑھا جس نے خود کو انڈس کی زیارت گاہ کا پجاری بتایا تھا امریکہ کا ایک ماہر آثار قدیمہ نکلا۔ لیکن اُن تینوں نے اپنے سفارت خانے کے آفیسروں سے کسی طوق کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ مقامی افسروں ہی نے اس قسم کا کوئی سوال اٹھایا۔ طوق سرکاری تحویل میں چلا گیا تھا۔

بہرحال معاملہ بالکل دبا دیا گیا۔ تین چار دن بعد لوتھر کی ضمانت منظور ہو گئی۔ سارے الزامات سنگ ہی کے خلاف تھے لیکن سنگ ہی کا کہیں سراغ نہ ملا۔ دریا میں میلوں تک اس کی لاش کے لئے جال ڈالے گئے لیکن لاش بھی نہ ملی۔ یہ تو سوچا ہی نہیں جاسکتا تھا کہ اتنی بلندی سے کودنے کے بعد وہ زندہ بچا ہو گا۔

فریدی کو اس کا افسوس تھا کہ سنگ ہی کو عدالت میں پیش نہ کر سکا۔ نیلی لکیر کا راز اُس نے حل کر لیا تھا اور یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ یہ سب ہنگامہ کس بناء پر ہوا تھا۔ لیکن اس سے اس کی تشفی نہیں ہوئی تھی۔ وہ سنگ ہی کو ایک حقیر کیڑے کی طرح مسلنا چاہتا تھا۔

طوق سے اُسے کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن اُسے کیا معلوم تھا کہ ایک دن طوق اُسی کے گلے لگے گا اور اُسے اُسکے ساتھ ایک دور افتادہ سرزمین میں طرح طرح کے خطرات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

حمید کو اس کی مطلق پرواہ نہیں تھی کہ کیا نہ ہوا اور کیا ہونا چاہئے تھا۔ اُسے اس کیس میں صرف ایک فائدہ ہوا۔ وہ یہ کہ اکثر شامیں سارہ کے ساتھ گذرتی رہیں۔

ختم شد